خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 13/ فروری 2023ء | 21/ رجب 1444 ہجری قمری | 13/ تبلیغ 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:37

فرمانِ رسولؐ

حضرت ضرغامہؓ بیان کرتے ہیں کہ: میرے والد صاحب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ﷺ مجھے کوئی نصیحت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جب تم کسی قوم کی مجلس میں جاؤ اور انہیں اپنے مزاج کی باتیں کرتے پاؤ تو وہاں ٹھہرو اور اگر وہ ایسی باتوں میں مشغول ہوں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو تو اس مجلس کو چھوڑ دیا کرو۔

(مسند احمد اول مسند الکوفیین حدیث حرملة العنبری)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن کے سوا کسی اور کے ساتھ نہ بیٹھو اور متقی آدمی کے سوا اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔

(ترغیب والترھیب بحوالہ صحیح ابن حبان)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

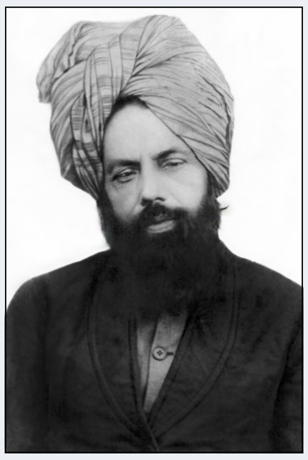

مجالس کے آداب

- ہمارا مذہب تو یہ ہے اور یہی مومن کا طریق ہونا چاہئے کہ بات کرے تو پوری کرے ورنہ چپ رہے۔ جب دیکھو کہ کسی مجلس میں اللہ اور اس کے رسول پر ہنسی ٹھٹھا ہو رہا ہے تو یا تو وہاں سے چلے جاؤ تا کہ ان میں سے نہ گنے جاؤ اور یا پھر پورا پورا کھول کر جواب دو۔ دو باتیں ہیں یا جواب یا چپ رہنا۔ یہ تیسرا طریق نفاق ہے کہ مجلس میں بیٹھے رہنا اور ہاں میں ہاں ملائے جانا۔ دلی زبان سے اخفاء کے ساتھ اپنے عقیدے کا اظہار کرنا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 449)

- یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اس کے یقین کامل ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ وہ اس وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضاء وقدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں جب تک خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 96)

- اس سلسلہ سے خدا تعالیٰ نے یہی چاہا ہے اور اُس نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ تقویٰ کم ہوگیا ہے۔ بعض تو کھلے طور پر بے حیائیوں میں گرفتار ہیں اور فسق وفجور کی زندگی بسر کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں۔ مگر انہیں نہیں معلوم کہ اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جاوے تو وہ سارا زہریلا ہوجاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے (گناہ) ریاکاری وغیرہ جن کی شاخیں باریک ہوتی ہیں اُن میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ دنیا کو تقویٰ اور طہارت کی زندگی کا نمونہ دکھائے۔ اسی غرض کے لیے اس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ تطہیر چاہتا ہے اور ایک پاک جماعت بنانا اس کا منشاء ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 83 ایڈیشن 1988ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَنَاجَیۡتُمۡ فَلَا تَتَنَاجَوۡا بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ وَ مَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ وَ تَنَاجَوۡا بِالۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡۤ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ

(المجادلۃ:10)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم باہم خفیہ مشورے کرو تو گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانی پر مبنی مشورے نہ کیا کرو ہاں نیکی اور تقویٰ کے بارہ میں مشورے کیا کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے حضور تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

مجالس سے اٹھتے وقت کی دعا

مجالس کے بارے میں یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ مجالس امانت ہوتی ہیں۔ یعنی جس مجلس میں بیٹھے ہیں اگر وہ پرائیویٹ ہے یا کسی خاص قسم کی مجلس ہے تو اس میں ہونے والی باتوں کو باہر نکالنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ وسیع مجلس یا جلسہ وغیرہ کی اور بات ہے۔ جو پرائیویٹ مجالس ہیں اگر کوئی خاص باتیں ہو رہی ہیں تو سننے والوں کو انہیں باہر نہیں نکالنا چاہئے۔ اسی طرح دفتری عہدیداران کو بھی یا کارکنوں کو بھی دفتر میں ہونے والی باتوں کو کبھی باہر نہیں نکالنا چاہئے۔ پھر مختلف ذیلی تنظیمیں ہیں، جماعتی کارکنان ہیں ان کو بھی اپنے رازوں کو راز رکھنا چاہئے۔ یہ بھی مجلس کا حق ہے اور ایک امانت ہے۔ اس کو کسی طرح بھی باہر نہیں نکلنا چاہئے...

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ ایسے کلمات ہیں جس نے بھی ان کو اپنی مجلس سے اٹھتے ہوئے تین مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ ان کے طفیل اس کے وہ گناہ جو اس نے وہاں کئے ہوں گے ان کو ڈھانپ دے گا۔ اور جس نے یہ کلمات کسی خیر کی مجلس میں اور ذکر الٰہی کی مجلس میں پڑھے تو ان کے ساتھ اس پر مہر کر دی جائے گی جیسے کہ مہر کے ساتھ کسی صحیفہ پر مہر کر دی جاتی ہے۔ اور وہ کلمات یہ ہیں۔ سُبۡحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمۡدِکَ لَآاِلٰہَ اِلَّآاَنۡتَ اَسۡتَغۡفِرُکَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡکَ۔ اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ، پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش کا طالب ہوں اور تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی کفارۃ المجلس)

پس مجالس میں بہت سی باتیں انجانے میں ایسی ہو جاتی ہیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا، جو نقصان کا باعث بن سکتی ہیں اس لئے مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنی چاہئے کہ ہر شیطان کے حملے سے ہمیں محفوظ رکھے۔

(خطبہ جمعہ 16/ جولائی 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- فضائل قرآن مجید (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- واقعہ شہادت مہدی آباد برکینا فاسو
- مکرم شیخ مظفر احمد مرحوم کا ذکر خیر

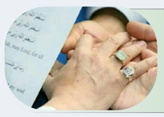

دربارِ خلافت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنے کی وجہ

دورۂ امریکہ 2022ء میں واقفات نو کی کلاس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سوالات کے جواب دیئے۔

سوال: کسی کی وفات پر ہم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھتے ہیں۔تاہم مادی اشیاء کے گم ہونے پر ہم یہ کیوں پڑھتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: ’’ہم اللہ کے ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔قرآن کریم میں ہے کہ وفات کے موقع پر ہی یہ نہیں پڑھتے بلکہ جب بھی آپ کچھ کھو دیں یا آپ کسی مشکل میں ہوں یا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو یہ پڑھی جائے۔ یہ آپ کو اللہ کی قدرت کی یاد دلائے گی۔اللہ تعالیٰ کی ذات اس جہاں میں ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور باقی چیزوں نے تو مرنا ہے۔اس لئے ’’اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ‘‘ کہا جاتا ہے۔اس کے لطیف معنی بھی ہیں کہ جب آپ سے کوئی چیز گم ہو جاتی ہے یا آپ اس چیز کو کہیں رکھ کر بھول جاتی ہیں تو اگر آپ ’’اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ‘‘ پڑھتی ہیں تو (بعض دفعہ) ایسا ہوتا ہے بلکہ کئی مرتبہ میرے ساتھ بھی اور دوسروں کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے کہ جب ہم ’’اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ‘‘ پڑھتے ہیں تو فوراً وہ چیز ہمیں مل جاتی ہے یا پھر ہمارے ذہن میں آجاتی ہے کہ میں نے وہ چیز وہاں رکھی تھی تو گم شدہ اشیاء کے ملنے اور آپ کو نقصان سے بچانے میں بھی مدد ملتی ہے۔ یہ ایک دعا ہے کہ اگر کوئی فوت ہوتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ مجھے اس پر بھروسہ تھا میں اس کی وفات پر بہت غمگین ہوں تاہم اللہ ہر وقت موجود ہے وہ میری حفاظت کرے گا، وہ مجھے بچائے گا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب کی وفات ہوئی تو ایسا ہی ہوا کہ آپ علیہ السلام بہت پریشان تھے کیونکہ آپ کہیں بھی کام نہیں کر رہے تھے اور آپ کے والد صاحب ہی آپ کی آمد کا ذریعہ تھے۔ پریشانی کی حالت میں آپ نے ’’اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ‘‘ پڑھنے کے بعد دعا فرمائی کہ یا الٰہی میرا کیا بنے گا؟ تب فوراً آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ ’’الیس اللّٰہ بکاف عبدہ‘‘۔کیا اللہ اپنے بندوں کیلئے کافی نہیں؟ یعنی تم اللہ کے بندہ ہو اللہ تمہارے لئے کافی نہیں؟ تو یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی۔ پس یہ ایک دعا ہے جو آپ کو سکون دیتی ہے اس لئے ہم ’’اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ‘‘ پڑھتے ہیں۔‘‘

(الفضل آن لائن 9/ دسمبر 2022ء)

دعا کا تحفہ

دنیا و آخرت میں عافیت کی ایک افضل دُعا

حضرت انسؓ بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل دُعا کے بارہ میں پوچھا۔ مسلسل تین روز تک حضور اِس سوال کے جواب میں ایک ہی دُعا سکھاتے رہے۔اور فرمایا کہ دنیا و آخرت میں اگر عافیت مل جائے تو یہ ایک بڑی فلاح ہے۔یہی دُعا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو بھی سکھائی اور حضرت ابو بکرؓ کو یہ دُعا سکھاتے ہوئے فرمایا کہ ایمان لانے کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی بھلائی نہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِیَۃَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ

(ابن ماجہ کتاب الدعاء)

ترجمہ: اے اللہ! مَیں تجھ سے دنیا و آخرت میں عفو اور عافیت کا طلبگار ہوں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 131)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فضائل قرآن مجید

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 182 مطبوعہ 1882ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 10/ فروری 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

دوسری کتابوں میں اب زندگی کی کوئی روح نہیں اور آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے جو اُس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلاتی ہے یعنی قرآن شریف

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ نیز سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد گزشتہ خطبہ کے تسلسل میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں بسلسلہ عظمت واہمیت قرآن کریم مزید بیان فرمایا۔

قرآن کریم کے فضائل واہمیت

تحفہ قیصریہ جو بموقع ڈائمنڈ جوبلی ملکہ وکٹوریہ آپؑ نے تصنیف فرمائی اور اُسے پیغام اسلام دیا اور تبلیغ اسلام کی تھی، اِس میں تحریر فرماتے ہیں۔قرآن عمیق حکمتوں سے پُر ہے اور ہر ایک تعلیم میں انجیل کی نسبت حقیقی نیکی کے سکھلانے کے لئے آگے قدم رکھتا ہے بالخصوص سچے اور غیر متغیر خدا کے دیکھنے کا چراغ تو قرآن ہی کے ہاتھ میں ہے، اگر وہ دنیا میں نہ آیا ہوتا تو خدا جانے دنیا میں مخلوق پرستی کا عدد کس نمبر تک پہنچ جاتا، سو شکر کا مقام ہے کہ خدا کی وحدانیت جو زمین سے گم ہوگئی تھی دوبارہ قائم ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ ہی ان لوگوں کو عقل دے

حضور انور ایدہ اللہ نے تصریح فرمائی:اب کون تھا اُس زمانہ میں جس نے اتنی جرأت سے قیصرۂ ہند کو اِس طرح کا یہ پیغام بھیجا ہو، اسلام کی تبلیغ کی ہو۔آج یہی لوگ، جن میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اسلام اور قرآن کریم کی عظمت بیان کرتے، یہ کہتے ہیں ہمیں کہ نعوذ باللہ!حضرت مسیح موعودؑ یا جماعت احمدیہ قرآن کریم کی توہین کر رہی ہے اور جو غیر مسلم ہیں وہ ان کی حرکتیں دیکھ کر اسلام کی مخالفت میں اِس قدر اندھے ہو گئے ہیں، قرآن کریم کی عظمت کارڈ تو کر نہیں سکتے، اِس لئے دل کی تسکین کے لئے قرآن کریم کے نسخوں کو جلا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔جس طرح سویڈن میں یہ واقعات ہو رہے ہیں، اسکینڈے نیوین ملکوں میں ہوتے رہے ہیں، پچھلے دنوں بھی ہوا۔اگر مسلمان زمانہ کے امام کو مان لیں اور تعلیم قرآن کریم کو سمجھتے ہوئے اِس پر عمل کریں تو غیر مسلموں کو کبھی اِس طرح قرآن کریم کی توہین کی جرأت نہ ہو۔

خدا کی شناخت کے لئے بجز قرآنی تعلیم اور کوئی بھی ذریعہ نہیں

آپؑ فرماتے ہیں۔اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدا نما مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور پر اُس کی پابندی اختیار کرے اور اُن تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہو جائے جو خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں تو وہ اِسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔حضور انور ایدہ اللہ نے بیان کیا:لوگ سوال کرتے ہیں خدا کو اگلے جہاں میں دیکھنا ہے، کس طرح دیکھیں گے؟آپؑ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرو تو اِسی جہان میں خدا تعالیٰ کو دیکھ لو گے۔وہ خدا جو دنیا کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے اُس کی شناخت کے لیے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔قرآن شریف معقولی رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدائے تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن شریف میں ایک برکت اور قوت جاذبہ ہے

جو خدا کے طالب کو دمبدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اِس پُر حکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہئے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رؤیت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صانع موجود ہے۔

علمی اور عملی تکمیل کی ہدایت

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم میں علمی اور عملی تکمیل کی ہدایت ہے۔ چنانچہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ (الفاتحہ:6) میں تکمیل علمی کی طرف اشارہ ہے (یعنی قرآن کریم ہی وہ مکمل کتاب ہے جس کی تعلیم صحیح راستہ پر رہنمائی کرتی ہے) اور تکمیل عملی کا بیان صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ (الفاتحہ:7) میں فرمایا کہ جو نتائج اکمل اور اتم ہیں وہ حاصل ہو جائیں (عملی ترقی کے لئے اُن لوگوں کے راستہ پر چلنے کی دعاء ہے جو انعام یافتہ ہیں جن میں نبی، صدیق، شہید اور صالحین ہیں اور پھر اُن کی مثالیں بھی موجود ہیں اور اِس زمانہ میں بھی ایسے ہدایت یافتہ لوگ ہیں جن کو انعامات سے اللہ تعالیٰ نوازتا ہے)۔

اگر کسی ہدایت کے اعلیٰ اور اکمل نتائج موجود نہیں تو وہ مردہ ہے

جیسے ایک پودا جو لگایا گیا ہے جب تک پورا نشوونما حاصل نہ کرے اُس کو پھل پھول نہیں لگ سکتے، اِسی طرح اگر کسی ہدایت کے اعلیٰ اور اکمل نتائج موجود نہیں ہیں، وہ ہدایت مُردہ ہدایت ہے، جس کے اندر کوئی نشوونما کی قوت اور طاقت نہیں۔۔۔مگر قرآن شریف ایک ایسی ہدایت ہے کہ اُس پر عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل کرلیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے اُس کا ایک سچا تعلق پیدا ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اعمال صالحہ جو قرآنی ہدایتوں کے موافق کئے جاتے ہیں وہ ایک شجرِ طیب کی مثال جو قرآن شریف میں دی گئی ہے، بڑھتے ہیں اور پھل پھول لاتے ہیں، ایک خاص قسم کی حلاوت اور ذائقہ اُن میں پیدا ہوتا ہے۔

کامل کتاب جس میں کُل مذاہب باطلہ کا رَدّ موجود ہے

قرآن مجید ایک ایسی پاک کتاب ہے جو اُس وقت دنیا میں آئی تھی جب کہ بڑے بڑے فساد پھیلے ہوئے تھے اور بہت سی اعتقادی اور عملی غلطیاں رائج ہوگئی تھیں اور تقریباً سب کے سب لوگ بد اعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں گرفتار تھے، اِسی کی طرف اللہ جل شانہ قرآن مجید میں اشارہ فرماتا ہے ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ یعنی تمام لوگ کیا اہل کتاب اور کیا دوسرے، سب کے سب بدعقیدگیوں میں مبتلا تھے اور دنیا میں فسادِ عظیم برپا تھا۔غرض ایسے زمانہ میں تمام عقائد باطلہ کی تردید کے لئے قرآن مجید جیسی کامل کتاب ہماری ہدایت کے لئے بھیجی جس میں کُل مذاہب باطلہ کا رَدّ موجود ہے اور خاص کر سورۂ فاتحہ میں جو پنج وقت نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، اشارہ کے طور پر کُل عقائد کا ذکر ہے۔

قرآن ایک معجزہ ہے

معجزہ ایسے امر خارق عادت کو کہتے ہیں کہ فریق مخالف اُس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آجائے خواہ وہ امر بظاہر نظر انسانی طاقتوں کے اندر ہی معلوم ہو، جیسا کہ قرآن شریف کا معجزہ جو ملک عرب کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا، پس وہ اگرچہ بنظر سرسری انسانی طاقتوں کے اندر معلوم ہوتا تھا لیکن اُس کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز آگئے، پس معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے قرآن شریف کا کلام نہایت روشن مثال ہے۔

پس یہ ہے وہ مقام جسے حاصل کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے

غرض محض عقلی دلائل سے تو خدائے تعالیٰ کا وجود بھی یقینی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ کسی مذہب کی سچائی اُس سے ثابت ہو جائے اور جب تک ایک مذہب اِس بات کا ذمہ وار نہ ہو کہ وہ خدا کی ہستی کو یقینی طور پر ثابت کر کے دکھلائے تب تک وہ مذہب کچھ چیز نہیں ہے اور بد قسمت ہے وہ انسان جو ایسے مذہب پر فریفتہ ہو، ایک وہ مذہب لعنت کا داغ اپنی پیشانی پر رکھتا ہے جو انسان کی معرفت کو اُس مرحلہ تک نہیں پہنچا سکتا جس سے گویا وہ خدا کو دیکھ لے۔حضور انور ایدہ اللہ نے تلقین فرمائی:پس یہ ہے وہ مقام جس کو حاصل کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ خدا کو پہچانیں، نشانوں سے پہچانیں، ذاتی تعلق سے پہچانیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں ایسی مثالیں ہیں

غیر مذہب بلکہ لامذہب اور خدا کو نہ ماننے والوں کو بھی خدا کے وجود کا یقین دلایا گیا، عقلی دلائل دیئے گئے اور پھر جب نشان دکھائے گئے اور واقعات بیان کئے گئے، اُنہوں نے مذہب کو بھی مانا اور اسلام کو بھی مانا۔یہاں مغرب میں بھی ایسے لوگ ہیں، مثلاً انڈونیشن اوریجن کے بیلجیئم کے ایک دہریہ دوست نے بیعت کی اور حضور انور ایدہ اللہ کو خود بتایا کہ اُنہوں نے جب خدا تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرلیا، نہ صرف عقل بلکہ واقعاتی دلائل اور نشانات سے تو پھر اُن کے لئے کوئی اور چارہ نہ تھا کہ وہ احمدیت اور حقیقی اسلام کو تسلیم نہ کریں اور کہتے ہیں کہ یہ راستہ کیونکہ مجھے احمدیت نے دکھایا تھا اِس لئے میں احمدی مسلمان ہوا۔

متقین کے لئے کامل ہدایت

چونکہ خدا تعالیٰ کا علم انسانوں کی تکمیل کے لئے اپنے اندر ایک کامل طاقت رکھتا ہے اِس لئے یہ کتاب متقین کے لئے ایک کامل ہدایت اور اُن کو اِس مقام تک پہنچاتی ہے جو انسانی فطرت کی ترقیات کے لئے آخری مقام ہے۔۔۔متقی وہ ہیں کہ جو پوشیدہ خدا پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے کچھ خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور قرآن شریف اور پہلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، وہی ہدایت کے سَر پر ہیں، وہی نجات پائیں گے۔

سو قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں

یہ امر ثابت شدہ ہے کہ قرآن شریف نے دین کے کامل کرنے کا حق ادا کر دیا، جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ:4) یعنی آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور میں اسلام کو تمہارا دین مقرر کر کے خوش ہوا۔سو قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا، اب صرف مکالمات الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے اور وہ بھی خود بخود نہیں بلکہ سچے اور پاک مکالمات جو صریح اور کھلے طور پر نصرت الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اور بہت سے امور غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں وہ بعد تزکیۂ نفس محض پیروی قرآن شریف اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح تعلیم قرآن کریم پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے

حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا: افسوس کہ ہمارے مخالفین یہ معرفت کی باتیں سننا نہیں چاہتے اور الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ! ہم نے قرآن کریم میں تحریف کر دی۔۔۔جسمانی اور روحانی علاج کے لئے بھی قرآن کریم سے ہی مدد ملتی ہے اور اِس میں غور اور معرفت حاصل کرنے کے لئے زمانہ کے امام کی باتوں کو سننے اور اُس کے لٹریچر کو پڑھنے کی ضرورت ہے۔۔۔پس قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرنے سے خدا تعالیٰ کا چہرہ دیکھا جاسکتا ہے۔ہم احمدیوں کے لئے بھی یہ غور کا مقام ہے، ہم کہتے ہیں جو قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرتے، غور سے دیکھتے، پڑھتے ہیں۔اِس کے لئے ہمیں بھرپور کوشش کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق بھی دے۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیزفرمودہ 20؍جنوری 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

’’یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے۔‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

گذشتہ دنوں براعظم افریقہ کے ملک برکینا فاسو میں عشق و وفا اور اخلاص اور ایمان اور یقین سے پُر افرادِ جماعت نے جو نمونہ مجموعی طور پر دکھایا ہے وہ حیرت انگیز ہے، اپنی مثال آپ ہے

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا نہ صرف اپنے لیے بلکہ جماعت کی زندگی کا بھی باعث بن رہا ہے۔
یہی تو ہیں جو پیچھے رہنے والوں کی زندگی اور ترقیات کا بھی ذریعہ بن رہے ہیں۔ پھر وہ مردہ کس طرح ہو سکتے ہیں!

11؍جنوری کو عشاء کے وقت 9؍احمدی بزرگوں کو مسجد کے صحن میں باقی نمازیوں کے سامنے اسلام احمدیت سے انکار نہ کرنے کی بنا پر ایک ایک کر کے شہید کر دیا گیا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

میرا سر قلم کرنا ہے تو کر دیں لیکن میں احمدیت نہیں چھوڑ سکتا۔ جس صداقت کو میں نے پالیا ہے اس سے پیچھے ہٹنا ممکن نہیں۔ ایمان کے مقابلے میں جان کی حیثیت کیا ہے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۳﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۴﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۵﴾

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾

وَ لَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّ لٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵۵﴾ وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۶﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ (البقرہ:155-157)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کے بارے میں یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ جماعتِ احمدیہ میں گذشتہ سو سال سے زائد عرصہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کی قربانیاں پیش کی جا رہی ہیں۔ کیا ان کی قربانیاں رائیگاں گئیں؟ نہیں! بلکہ جہاں اللہ تعالیٰ ان شہداء کے مقام کو اپنے وعدے کے مطابق بلند کرتا رہا وہاں جماعت کو پہلے سے بڑھ کر ترقیات سے بھی نوازتا رہا۔ ان شہیدوں نے جہاں اگلے جہان میں وہ مقام پایا جو انہی کا حصہ ہے اور ان کے درجات ہمیشہ بڑھتے چلے جانے والے ہیں وہاں اِس دنیا میں بھی ہمیشہ کے لیے ان کے نام روشن ہوئے ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا نہ صرف اپنے لیے بلکہ جماعت کی زندگی کا بھی باعث بن رہا ہے۔ یہی تو ہیں جو پیچھے رہنے والوں کی زندگی اور ترقیات کا بھی ذریعہ بن رہے ہیں۔ پھر وہ مردہ کس طرح ہو سکتے ہیں! یہ جان کی قربانی جو حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید کی قربانی سے شروع ہوئی جماعت احمدیہ میں عموماً افغانستان اور برصغیر کے احمدیوں کے حصہ میں رہی۔ افریقہ میں بھی ایک مخلص احمدی نے کانگو میں اپنی جان کا نذرانہ 2005ء میں خالصۃً جماعت کی خاطر پیش کیا تھا لیکن

گذشتہ دنوں براعظم افریقہ کے ملک برکینا فاسو میں عشق و وفا اور اخلاص اور ایمان اور یقین سے پُر افرادِ جماعت نے جو نمونہ مجموعی طور پر دکھایا ہے

وہ حیرت انگیز ہے، اپنی مثال آپ ہے۔

جن کو موقع دیا گیا کہ مسیح موعودؑ کی صداقت کا انکار کرو اور اس بات کو تسلیم کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور آسمان سے اتریں گے تو ہم تمہاری جان بخشی کر دیتے ہیں۔ لیکن ان ایمان اور یقین سے پُر لوگوں نے جن کا ایمان پہاڑوں سے زیادہ مضبوط نظر آتا ہے جواب دیا کہ

جان تو ایک دن جانی ہے، آج نہیں تو کل، اِس کے بچانے کے لیے ہم اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتے۔ جس سچائی کو ہم نے دیکھ لیا ہے اسے ہم چھوڑ نہیں سکتے اور یوں ایک کے بعد دوسرا اپنی جان قربان کرتا چلا گیا۔

ان کی عورتیں اور بچے بھی یہ نظارہ دیکھ رہے تھے اور کوئی واویلا کسی نے نہیں کیا۔

پس یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے افریقہ میں بلکہ دنیائے احمدیت میں اپنی قربانیوں کی ایک نئی تاریخ رقم کی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی جو قربانی تھی اس کے بعد یہ اپنی دنیاوی زندگیوں کی قربانی دے کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے والے بن گئے جنہوں نے جان، مال، وقت کو قربان کرنے کا جب عہد کیا تو پھر نبھایا اور ایسا نبھایا کہ بعد میں آ کر پہلے آنے والوں سے سبقت لے گئے۔ اللہ تعالیٰ اِن میں سے ہر ایک کو اُن بشارتوں کا وارث بنائے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کی راہ میں قربانیاں کرنے والوں کو دی ہیں۔

اب مختصراً ان

شہداء کے حالات زندگی

بیان کروں گا جن سے ان کے ایمان کی پختگی کا پتا چلتا ہے۔ تفصیلات کے مطابق برکینا فاسو کا شہر ڈوری ہے وہاں مہدی آباد جماعت ہے جہاں نئی آبادی ہوئی تھی وہاں

11/ جنوری کو عشاء کے وقت 9/ احمدی بزرگوں کو مسجد کے صحن میں باقی نمازیوں کے سامنے اسلام احمدیت سے انکار نہ کرنے کی بنا پر ایک ایک کرکے شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

رپورٹ کے مطابق عشاء کے وقت چار موٹر سائیکلوں پر آٹھ مسلح افراد مسجد میں آئے۔ یہ مسلح افراد احمدیہ مسجد میں آنے سے پہلے قریب واقع مسجد، جو وہابیوں کی مسجد ہے وہاں موجود تھے جہاں انہوں نے مغرب سے عشاء تک کا وقت گزارا ہے لیکن وہاں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ آئے صرف احمدیوں کے لیے تھے۔ جب یہ دہشت گرد احمدیہ مسجد میں آئے تو اُس وقت مسجد میں عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ اُس وقت تک کچھ نمازی بھی آ چکے تھے اور باقی بھی آ رہے تھے۔ اذان ختم ہونے کے بعد دہشت گردوں نے مؤذن سے اعلان کروایا کہ احباب جلدی مسجد میں آ جائیں کچھ لوگ آئے ہیں انہوں نے بات کرنی ہے۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو پھر دہشت گردوں نے پوچھا بھی کہ

یہاں امام مسجد کون ہے؟

الحاج ابراہیم بدیگا (Bidiga) صاحب نے بتایا کہ وہ امام مسجد ہیں۔ پھر انہوں نے یہ پوچھا کہ نائب امام کون ہے؟ تو آگ عمر آگ عبدالرحمٰن صاحب نے بتایا کہ وہ نائب امام ہیں۔ جب نماز کا وقت ہو گیا تو امام ابراہیم صاحب نے دہشت گردوں سے کہا کہ ہمیں نماز پڑھ لینے دیں لیکن انہوں نے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔

مسلح افراد نے امام سے جماعتِ احمدیہ کے عقائد کے متعلق کافی سوالات کیے جن کے جوابات امام صاحب نے تسلی اور بہادری سے دیے۔ امام صاحب نے بتایا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں۔

انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کا تعلق کس فرقے سے ہے؟ امام صاحب نے بتایا کہ ہمارا تعلق احمدیہ مسلم جماعت سے ہے۔ پھر دہشت گردوں نے پوچھا کہ کیا آپ کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسٰی زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں؟ امام صاحب نے کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ بہر حال اس پر دہشت گردوں نے کہا کہ نہیں۔ عیسٰی زندہ آسمان پر موجود ہیں اور واپس آ کر دجال کو قتل کریں گے اور مسلمانوں کے مسائل حل کریں گے۔ (اسی امید پر یہ بیٹھے ہوئے ہیں۔) پھر انہوں نے پوچھا کہ امام مہدی کون ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام امام مہدی اور مسیح موعود کے طور پر آئے ہیں۔ یہ باتیں سن کے آخر پر

مسلح افراد نے کہا کہ احمدی مسلمان نہیں بلکہ پکے کافر ہیں۔

اس کے بعد وہ لوگ امام صاحب کو مسجد کے ساتھ ملحق احمدیہ سلائی سینٹر میں لے گئے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ وہ تصاویر لے کر امام صاحب کے ساتھ واپس مسجد میں آ گئے اور پھر ان تصاویر کے حوالے سے امام ابراہیم سے سوالات کیے۔ امام صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے نام بتائے اور ایک ایک تصویر کا تعارف کروایا اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور امام مہدی اور مسیح موعود آئے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ نعوذ باللہ مرزا غلام احمد کا نبوت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ پھر دہشت گردوں نے مسجد میں موجود نمازیوں میں سے بچوں، نوجوانوں اور بزرگوں کے الگ الگ گروپ بنائے۔ اس وقت مسجد میں بچوں اور نوجوانوں، بزرگوں اور خواتین سمیت ساٹھ سے ستّر افراد موجود تھے۔ پردے کی دوسری طرف دس سے بارہ لجنہ اس وقت نماز کے لیے موجود تھیں۔ عمر کے لحاظ سے گروپس بنانے کے بعد دہشت گردوں نے بڑی عمر کے افراد سے کہا کہ وہ مسجد کے صحن میں آ جائیں۔ اس وقت کل دس انصار مسجد میں موجود تھے جن میں سے ایک معذور بھی تھے۔ جب وہ معذور دوست بھی باقی انصار بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہو کر باہر جانے لگے تو انہوں نے یہ کہہ کر بٹھا دیا کہ تم کسی کام کے نہیں، بیٹھے رہو۔ باقی نو(9) کو وہ لے کے صحن میں آ گئے۔ مسجد کے صحن میں کھڑا کر کے امام ابراہیم بدیگا صاحب سے کہا کہ اگر وہ احمدیت سے انکار کر دیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ

میرا سر قلم کرنا ہے تو کر دیں لیکن میں احمدیت نہیں چھوڑ سکتا۔ جس صداقت کو میں نے پا لیا ہے اس سے پیچھے ہٹنا ممکن نہیں۔ ایمان کے مقابلے میں جان کی حیثیت کیا ہے۔

دہشت گردوں نے امام صاحب کی گردن پر بڑا چاقو رکھا اور ان کو لٹا کر ذبح کرنا چاہا لیکن امام صاحب نے مزاحمت کی اور کہا کہ میں لیٹ کر مرنے کی نسبت کھڑے رہتے ہوئے جان دینا پسند کروں گا۔ اس پر

انہوں نے امام صاحب کو گولیاں مار کر شہید کر دیا۔ سب سے پہلی شہادت امام الحاج ابراہیم بدیگا صاحب کی ہوئی۔

امام صاحب کو بے دردی کے ساتھ شہید کرنے کے بعد دہشت گردوں نے خیال کیا کہ باقی لوگ خوفزدہ ہو کر اپنے ایمان سے پھر جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اگلے احمدی بزرگ سے کہا کہ

احمدیت سے انکار کرنا ہے یا تمہارا بھی وہی حشر کریں جو تمہارے امام کا کیا ہے؟

اس بزرگ نے بڑی دلیری سے اور بہادری سے کہا کہ

احمدیت سے انکار ممکن نہیں۔ جس راہ پر چل کر ہمارے امام نے جان دی ہے ہم بھی اسی راہ پر چلیں گے۔ اس پر انہیں بھی سر میں گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔

پیچھے رہ جانے والے افراد سے بھی فرداً فرداً یہی مطالبہ کیا گیا کہ امام مہدی کا انکار کر دیں اور احمدیت چھوڑ دیں تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا اور زندہ چھوڑ دیا جائے گا۔

لیکن سب احمدی بزرگوں نے پہاڑوں جیسی استقامت کا مظاہرہ کیا اور مظاہرہ کرتے ہوئے جرأت اور بہادری سے شہادت کو گلے لگانا قبول کر لیا۔ کسی ایک نے بھی ذرا سی کمزوری نہ دکھائی اور نہ ہی احمدیت سے انکار کیا۔ ایک کے بعد ایک شہید گرتا رہا لیکن کسی کا ایمان متزلزل نہیں ہوا۔ سب نے ایک دوسرے سے بڑھ کر یقینِ محکم اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور ایمان کا عَلم بلند رکھتے ہوئے اللہ کے حضور اپنی جانیں پیش کر دیں۔

ہر شہید کو کم و بیش تین گولیاں ماری گئیں۔ ان نو شہداء میں دو جڑواں بھائی بھی شامل تھے۔ جب آٹھ افراد کو شہید کیا جا چکا تو آخر پر آگ عمر آگ عبدالرحمٰن صاحب جن کی عمر چوالیس سال تھی وہ رہ گئے۔ عمر کے لحاظ سے سب شہداء سے چھوٹے تھے۔ دہشت گردوں نے ان سے پوچھا کہ

تم جوان ہو۔ احمدیت سے انکار کر کے اپنی جان بچا سکتے ہو تو انہوں نے بڑی شجاعت سے جواب دیا کہ جس راہ پر چل کر میرے بزرگوں نے قربانی دی ہے جو حق کی راہ ہے میں بھی اپنے امام اور بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل کر ایمان کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس پر انہیں بھی بڑی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تذکرۃ الشہادتین میں ایک رؤیا کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا کہ

”خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔“

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 76)

آپؑ نے اپنی رؤیا سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مجھے امید ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔

ہم گواہ ہیں کہ آج افریقہ کے رہنے والوں نے اجتماعی طور پر اس کا نمونہ دکھا دیا اور قائم مقامی کا حق ادا کر دیا۔

دہشت گردوں کے مسجد میں آنے سے لے کر سوال و جواب کرنے، عقائد پر تفصیلی بحث کرنے اور ساری کارروائی کر کے مسجد سے نکلنے تک کم و بیش ڈیڑھ گھنٹے کا وقت بنتا ہے۔ اس دوران میں بچے اور باقی افراد جس کرب اور تکلیف سے گزرے ہوں گے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے سامنے ان کے بزرگوں کو شہید کیا جا رہا تھا۔ مسجد سے نکل کر دہشت گرد فوری طور پر فرار نہیں ہوئے بلکہ کافی دیر مہدی آباد میں ہی رہے اور

مسلح افراد نے مسجد میں موجود لوگوں کو یہ دھمکی بھی دی کہ بہتر ہو گا کہ تم سب احمدیت چھوڑ دو۔ ہم دوبارہ آئیں گے۔ اگر تم لوگوں نے احمدیت ترک نہ کی یا کسی نے دوبارہ مسجد کھولنے کی کوشش کی تو تم سب کو ختم کر دیا جائے گا۔

اس

مہدی آباد کی جماعت کا آغاز کب ہوا۔ اس کا تعارف کیا ہے؟

اس بارے میں یہ لکھتے ہیں۔ 1998ء کے آخر پر یہاں باقاعدہ مشن شروع کیا گیا تھا۔ جماعت نے تیزی سے ترقی کی۔ 1999ء میں ایک گاؤں ٹکنے ویل (Tickneville) کی بھاری اکثریت احمدی ہو گئی اور ایک مخلص جماعت اس جگہ قائم ہو گئی۔ اس گاؤں کے امام الحاج ابراہیم بدیگا احمدیت قبول کرنے سے پہلے اس علاقے کے سب سے بڑے وہابی امام تھے۔ آپ نے بہت تحقیق کے بعد بیعت کی تھی۔ بیعت کرنے کے بعد ایک پُرجوش داعی، ایک نڈر مبلغ اور جری سپاہی کے طور پر سامنے آئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا میں نے پہلے ذکر نہیں کیا کہ جب انہوں نے بیعت کی ہے تو ان کے ساتھیوں نے، بعض علماء نے ان کو کہا کہ تم کیوں ماننے لگے ہو؟ انہوں نے کہا

جب سونا میں نے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم بھی دیا ہوا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی پوری ہو رہی ہیں، باتیں بھی پوری ہو رہی ہیں، قرآن کریم اس کی گواہی دیتا ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ اب میں اس کا انکار کر دوں اور محروم رہوں۔

بہرحال امام صاحب ایک بہت صاحبِ علم آدمی تھے۔ اس گاؤں کے تمام لوگ تماشق قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور تماشق زبان بولتے ہیں۔ تماشق لوگوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے۔ یہ برکینا فاسو، نائیجر، مالی اور الجیریا میں پائے جاتے ہیں۔ 99.9فیصد مسلمان ہیں۔ زیادہ تر متشدد وہابی عقائد رکھتے ہیں۔ تماشق لوگوں میں احمدی ہونے والے زیادہ نہیں ہیں تاہم

برکینا فاسو میں مہدی آباد کے تماشق باشندے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے میں سبقت لے گئے اور اب اتنی بڑی قربانی دے کر اپنا ایک خاص مقام بھی حاصل کر چکے ہیں۔

2004ء میں اس علاقے میں سونے کے بہت سے ذخائر دریافت ہوئے تو مائننگ کمپنی نے اس گاؤں کی آبادی کو قریب ہی ایک نئی جگہ پر مکانات بنا کر دیے اور کہا کہ وہاں منتقل ہو جائیں۔ ان منتقل ہونے والوں کی بھاری اکثریت احمدیوں کی تھی، چند ایک گھرانے دوسرے تھے۔ نیا گاؤں بنا تھا جو تقریباً احمدیوں کا ہی گاؤں تھا۔ ابراہیم صاحب نے یہ تجویز دی کہ اس گاؤں کا نام وہ پرانا نہیں رکھنا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے لکھا کہ اس گاؤں کا کوئی نام رکھیں اور پھر

اس کا نام مہدی آباد رکھا گیا

اور 2008ء میں یہاں IAAAE کے تحت ماڈل ولیج بھی بنایا گیا۔ پانی، بجلی کی سہولتیں مہیا کی گئیں۔ یہ برکینا فاسو بلکہ دنیا بھر میں پہلا ماڈل ولیج پراجیکٹ تھا۔ اس کے تحت گاؤں میں بجلی، پانی، سولر سکول وغیرہ کی سہولیات دی گئیں۔

ان کی تدفین کے بارے میں

انہوں نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا ہے کہ دہشت گردوں نے مسجد میں ڈیڑھ گھنٹہ گزار کر اس قدر خوف کی فضا پیدا کی تھی کہ جس مقام پر شہادتیں ہوئیں شہداء کی لاشیں رات بھر اسی جگہ پڑی رہیں کیونکہ خدشہ تھا کہ دہشت گرد گاؤں سے باہر نہیں گئے اور اگر کوئی لاش اٹھانے گیا تو اسے بھی مار دیا جائے گا۔ قریب ہی آرمی کیمپ تھا، اس واقعہ کی اطلاع ان کو دی گئی لیکن وہاں سے بھی کوئی نہیں آیا نہ ہی سیکیورٹی اداروں کا کوئی فرد صبح تک پہنچا۔ پھر شہداء کی تدفین بارہ جنوری کو صبح دس بجے مہدی آباد میں کر دی گئی۔

اب

ہر ایک کا مختصر تعارف

بیان کر دیتا ہوں۔

الحاج ابراہیم بدیگا صاحب جو امام ہیں،

جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر اٹھاسٹھ (68) سال تھی۔ تعلیم کے سلسلے میں سعودی عرب میں بھی مقیم رہے۔ تماشق زبان کے بہت بڑے عالم تھے اور اس زبان میں قرآن مجید کے مفسر بھی تھے۔ آپ نے 1999ء میں بیعت کی۔ قبولِ احمدیت سے قبل امام ابراہیم بدیگا صاحب کئی دیہات کے چیف امام تھے۔ اس زون کے دیگر علماء آپ کے پاس آ کر بیٹھنے اور اکتسابِ علم کرنے کو اپنی شان سمجھتے تھے چنانچہ ہر سال کم از کم ایک دفعہ علاقے بھر کے علماء، معلمین اور ائمہ آپ کے پاس آ کر قیام کرتے اور فیض پاتے۔ یہ تعداد پانچ سو تک بھی چلی جاتی اور قیام ایک ہفتہ تک ہوتا۔ کہا جا سکتا ہے کہ علاقے کے علماء اور ائمہ کی سالانہ میٹنگ آپ کے پاس ہوا کرتی تھی۔ ان کے شاگرد بیان کرتے ہیں کہ اُن دنوں میں بھی امام صاحب اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ ابھی صداقت ظاہر نہیں ہوئی کیونکہ حق اور صداقت کو ماننے والے تھوڑے ہوتے ہیں۔ جس طرح سینکڑوں کی تعداد میں یہ ائمہ میرے پاس آ کر بیٹھتے ہیں اور بظاہر ایک دوسرے کو مسلمان خیال کرتے ہیں لیکن جب صداقت ظاہر ہو گی تو اس وقت ماننے والے تھوڑے رہ جائیں گے۔ یہ لوگ میرے پاس سے بھی اٹھ کر چلے جائیں گے۔

نیکی تھی، تقویٰ تھا، علم تھا اس لیے زمانے کے حالات کے مطابق اندازہ لگا لیا کہ صداقت نے ظاہر ہونا ہے اور اس کے بعد جو ہمیشہ سے انبیاء کے مخالفین کا دستور رہا ہے یہ لوگ بھی مخالفت کریں گے۔

بہرحال جو انہوں نے دل میں مانا ہوا تھا کہ جب بھی حق پہنچا میں نے ماننا ہے۔ 1998ء میں ڈوری میں باقاعدہ احمدیہ مشن قائم ہوا تو امام ابراہیم صاحب تک بھی احمدیت کے پیغام کی بازگشت پہنچی۔ تبلیغی مہم کے دوران ایک مارکیٹ میں الحاج بدیگا صاحب نے احمدیت کا نام پہلی بار سنا تھا۔ انہیں پتہ چلا کہ احمدی وفاتِ مسیح کے قائل ہیں اور مسیح اور مہدی کے آنے کی خبر دیتے ہیں تو ابراہیم بدیگا صاحب سات افراد کا ایک وفد لے کر تلاشِ حق کے لیے ڈوری مشن ہاؤس تشریف لائے۔ بہت تحقیق کے بعد آپ نے احمدیت قبول کی تھی۔ اپنی زون میں پہلا احمدی ہونے کا شرف پایا۔

یہ جو مخالفین کہتے ہیں ناں کہ غریب لوگ ہیں ان کو لالچ دے کر بیعت کروا لیتے

ہیں۔ ان کو دین کا کچھ پتا نہیں ہے۔ ان شہیدوں نے ان کے منہ بند کر دیے ہیں۔ سمجھ کر صداقت کو قبول کیا اور پھر قربانی کی بھی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔

بہر حال ابراہیم صاحب کے بارے میں مزید لکھا ہے پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ جماعت کے ایک نڈر سپاہی تھے۔ بے خوف داعی الی اللہ تھے اور حقیقی معنوں میں ایک فدائی احمدی تھے۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے علاقے بھر میں احمدیت کا پیغام پھیل گیا۔ کئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ آپ بڑھ چڑھ کر جماعتی پروگراموں میں حصہ لیتے۔ قبولِ احمدیت سے قبل ان کے عقائد کے مطابق وہابیوں کے علاوہ باقی سب فرقے کافر تھے۔ ٹی وی دیکھنا، فٹبال کھیلنا یا دیکھنا، سکول جانا، تصویریں بنانا یہ سب چیزیں ان کے نزدیک حرام تھیں جیسا وہابیوں کا عقیدہ ہے لیکن پھر جب انہوں نے احمدیت قبول کر لی تو پھر ان فرسودہ خیالات سے انہوں نے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا اور لوگوں کو بھی سمجھایا کہ حقیقت کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں سن 2000ء میں انہیں یہاں یوکے میں جلسہ میں بھی شامل ہونے کی توفیق ملی۔

تبلیغ کا ان کو جنون تھا۔

قبولِ احمدیت سے قبل بھی صاحب اثر و رسوخ اور کئی گاؤں کے چیف امام تھے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ قبولِ احمدیت کے بعد آپ نے اپنے آپ کو تبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کسی اور چیز کی پروا ہی نہیں ہے۔ انہوں نے تبلیغ کے وٹس ایپ گروپ بنا رکھے تھے جس میں خاص طور پر تماشق لوگوں کے لیے ایک گروپ تھا۔ اس گروپ میں مالی، نائیجر، گھانا، سعودی عرب، لیبیا، تیونس، آئیوری کوسٹ وغیرہ ممالک سے لوگ شامل ہوتے تھے۔ آپ مسلسل ان کو تبلیغ کرتے۔ دن رات آڈیو پیغامات ریکارڈ کر کے بھجواتے رہتے۔ دن ہو کہ رات اسی کام میں مصروف رہتے۔ جواب میں بہر حال مخالفت ہوتی تھی۔ مخالفین آپ کو گالیوں کے پیغام بھی بھیجتے۔ وہ ان کو قتل کی دھمکیاں بھی دیتے تھے لیکن آپ کبھی کسی سے غصہ سے بات نہیں کرتے تھے بلکہ قتل کی دھمکیاں دینے والوں کو آپ کہا کرتے تھے کہ میں تمہیں کرایہ بھیج دیتا ہوں آ ؤ اور مجھے قتل کر و۔ جب حالات خراب ہوئے ہیں تو آپ مبلغین کو بھی اور معلمین کو بھی کہا کرتے تھے کہ تبلیغ کرنی چاہیے۔ یہ بہانہ ہے کہ حالات خراب ہیں اس لیے ہم تبلیغی دورے پر نہیں جا سکتے۔ کہتے ہیں میڈیا کے ذریعہ تبلیغ کریں اور اگر کسی کے پاس فون میں نیٹ پیکیج کرنے کے لیے رقم نہیں ہے تو مجھ سے لے لے۔ سوشل میڈیا گروپ بنائے اور گھر بیٹھ کر تبلیغ کے جہاد میں حصہ لے۔ ان کو ایک جنون تھا ایک شوق تھا۔

ناصر سدھو صاحب یہاں مربی رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ 1997ء میں برکینا فاسو آیا۔ خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دعوت الی اللہ کا کام سپرد کیا۔ تو کہتے ہیں کہ مجھے زبان نہیں آتی تھی اس لیے تین ماہ کا عرصہ لگ گیا پلاننگ کرنے میں۔ اس کے بعد دیہاتوں کا دورہ کیا۔ ان کے اس گاؤں کے امام کے پاس بھی گیا۔ ان کو جب وفاتِ مسیح کی اور مسیح اور مہدی کی آمد کی خبر پہنچی تو کہتے ہیں کہ ابراہیم بدیگا صاحب سات افراد کے ساتھ ہمارے مشن ہاؤس ڈوری آ گئے۔ وہاں سوال و جواب ہوئے۔ کہتے ہیں تین دن یہ میرے پاس رہے ہیں۔ نہ یہ تین دن خود سوئے نہ مجھے سونے دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ چلے گئے۔ روزانہ صبح سے لے کر شام تک گفتگو ہوتی تھی۔ اگلے ہفتے دوبارہ آئے اور اپنے نئے امام لے کر آئے اور تحقیق کا یہ سلسلہ تین ماہ تک جاری رہا۔ ان کے پاس اکثر سوالات کے جوابات تو آ چکے تھے لیکن احمدیت میں داخل ہونے کا کبھی انہوں نے خیال ظاہر نہیں کیا تھا۔ بہر حال کہتے ہیں میں خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دعا کے لیے لکھتا رہا۔ ایک دن امام صاحب آئے اور بیعت کا فارم پُر کیا اور کہتے ہیں کہ ان سے میں نے کہا کہ باقی بھی جو متواتر آتے رہے ہیں وہ کہاں ہیں؟ وہ کب قبول کریں گے؟ تو انہوں نے کہا وہ سب قبول کریں گے مگر سب سے پہلے مَیں احمدیت میں داخل ہونا چاہتا تھا اس لیے مَیں آ گیا ہوں۔

خلافت سے بھی ان کو بے انتہا وفا کا تعلق تھا۔

امیر جماعت برکینا فاسو لکھتے ہیں کہ پیتاپلیس کے قریب گاؤں ان کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے حج کیے۔ وہاں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ بہت اچھی عربی جانتے اور بولتے تھے اور اس پورے علاقے میں بہت تبلیغ کی۔ سائیکل پر گاؤں جاتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس علاقے میں بہت لوگوں کو احمدیت کے نور سے منور کیا۔ ان کے ذریعہ اس علاقے کے بڑے بڑے علماء احمدیت میں داخل ہوئے اور علاقے کی اکثر جماعتیں ان کی تبلیغ کی وجہ سے قائم ہوئیں اور کہتے ہیں جب بھی لندن آنا ہوتا تو ہمیشہ یہ پوچھتے کہ خلیفہ وقت کا کیا حال ہے؟ بڑا محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔

کہتے ہیں اس محبت کی ایک مثال یہی ہے کہ ایم ٹی اے پر جو میری بچوں کے ساتھ کلاس ہوتی تھی وہ اردو زبان سے بالکل ناواقیت کے باوجود بڑے انہماک سے دیکھتے رہتے تھے جس طرح سمجھ آ رہی ہوتی ہے اور صرف یہی کہتے تھے کہ میرے لیے اس مجلس میں یہاں بیٹھنا اس کو دیکھنا ہی بہت ایمان کا اور اس میں ترقی کا باعث بنتا ہے۔

مہمان نواز اور خاموش طبع تھے

لیکن جب جماعت کی خاطر بولنا پڑتا تھا تو پھر بہت جذباتی ہو کے بولتے تھے۔

ایک مکمل مبلغ تھے۔ غیر احمدیوں سے انہوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر کافی مناظرے اور سوال جواب کیے۔

پھر وہاں کے ایک اور مربی محب اللہ صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان بزرگان کو ذاتی طور پر جانتا تھا کیونکہ وہاں مَیں اکثر جاتا رہتا تھا۔ خلافت سے بے انتہا پیار کرنے والے، مہمان نواز، وفادار لوگ تھے۔ کہتے ہیں جب سارے جوان سارا دن کام پر ہوتے تھے تو یہ بزرگان مسجد کے سامنے بنے ہوئے چھپر پر بیٹھ کر ایم ٹی اے دیکھتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب ان کی شہادت ہوئی ہے تو اس کے فوراً بعد مجھے ایک نوجوان کا فون آیا کہ اس طرح ہمارے بزرگوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ ان سے کہا گیا اگر آپ احمدیت سے پیچھے ہٹ جائیں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے مگر انہوں نے شہادت کو ترجیح دی۔ اس نوجوان کا کہنا تھا کہ

اگر یہ لوگ ہم سب کو شہید کر دیں تو بھی ہم احمدیت سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں یہ تو صرف نو (9) انصار تھے،

اس نوجوان نے کہا یہ تو صرف نو۹ انصار تھے اگر ہم سب خدام لجنہ وغیرہ کو بھی شہید کر دیں تو بھی ہم احمدیت نہیں چھوڑیں گے ان شاء اللہ۔ یہ روح ہے ان مخلصین میں، اس جماعت میں جو انہوں نے پیدا کی۔ جب بڑوں کی تربیت ہو، ان کا نمونہ ہو تو تبھی نوجوانوں اور عورتوں میں یہ جذبہ اور ایمان پیدا ہوتا ہے۔

لوکل مبلغ مایگا تیجان صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ امام ابراہیم صاحب کو قتل کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ شہادت سے کچھ دن پہلے انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ مجھے قتل کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ یہ لوگ مجھے مار دیں گے۔ حسنِ خلق کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اپنی فیملی اور رشتہ داروں کے ساتھ بہت حسنِ سلوک سے پیش آتے۔ سب سے ہمدردی کرنا آپ کی عادت تھی۔ دوسروں کی خاطر قربانی کرنا اور جذبۂ ایثار دکھانا نمایاں اوصاف تھے۔

علاقے کے بہت معزز فرد تھے۔ لوگ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔

ابراہیم صاحب کوئی فیصلہ کرتے یا کوئی بات کہتے تو لوگ اس کی لاج رکھتے اور اسے مان لیتے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے بعض دوسرے ہمسایہ ممالک میں امام اور معلم کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ برکینا فاسو میں بھی بہت سارے بطور معلم اور لوکل مشنری کام کر رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ

نیکی اور تقویٰ اور مسابقت بالخیر میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ تھے۔

جب بھی احباب جماعت کو کوئی تحریک کرتے تو سب سے پہلے خود اس میں حصہ لیتے۔ اگر کوئی مالی قربانی کی تحریک ہوتی تو سب سے پہلے خود شامل ہوتے۔ کبھی جماعتی کاموں میں، جلسہ جات میں، اجتماعات اور دیگر سرگرمیوں میں پیچھے نہیں رہے۔ پانچوں نمازوں کی ادائیگی مسجد میں کرتے۔ نماز تہجد کے پابند تھے۔ اگر کبھی کسی جماعتی سرگرمی میں موجود نہ ہوتے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ یا تو بیمار ہیں یا سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ جماعتی کاموں میں شرکت کے لیے کبھی اخراجات کی پروا نہ کرتے۔ ان کی دو شادیاں تھیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو گیارہ بچے عطا کیے۔

خالد محمود صاحب مربی ہیں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اخلاص و وفا سے معمور تھے۔ خلافت کے شیدائی اور فدائی احمدی تھے۔ 2008ء میں جو خلافت جوبلی کا سال تھا جب مَیں نے گھانا کا دورہ کیا تھا، جلسہ پہ وہاں گیا تھا تو ہزاروں احمدی احباب برکینا فاسو اور مالی وغیرہ سے بھی مجھے ملنے کے لیے آئے تھے۔ اس موقع پر گھانا جماعت نے ضیافت اور رہائش کے انتظامات بھی اچھے کیے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود چند احباب جو دُوری سے آئے تھے یہ لوگ بھی ان میں شامل تھے۔ ان کو کھانا ملنے میں دیر ہوگئی یا کھانا نہیں ملا۔ پھر کافی دیر سے رات کو بازار سے منگوایا گیا اور دیا گیا۔ اس پر مَیں نے ان مربی صاحب کو جب ان کی ملاقات ہوئی کہا تھا کہ ان کو میری طرف سے معذرت کر دیں اور دلداری کریں۔ تو کہتے ہیں مَیں ان کے پاس فوراً گیا، معذرت کی۔ آپ کا یہ پیغام جب دیا تو الحاج ابراہیم صاحب صدر جماعت تھے انہوں نے یک وقت باقی لوگوں کے ساتھ کہا کہ خلیفۂ وقت کو ہم دیکھنے یہاں آئے تھے، ملنے آئے تھے۔ جب دیکھ لیا اور مل لیا تو ہماری تھکان اور بھوک ختم ہوگئی ہے۔ کوئی شکایت نہیں ہے۔ بلکہ ہم تو آپس میں بیٹھ کے اس ملاقات کا ہی ذکر کر رہے ہیں اور اس کا لطف لے رہے ہیں۔ بہرحال اس وقت مجھے بھی پریشانی تھی کہ اتنا لمبا سفر کر کے آئے ہیں، بہت سارے اس وقت سائیکلوں پر بھی آئے تھے اور ان کا انتظام نہیں ہوا۔ فوری انتظام کروانے کی کوشش کی گئی لیکن دوسری طرف ان کا اخلاص و وفا ایسا تھا کہ حیران ہوگیا تھا۔ اس وقت بھی مجھے ان کا یہی پیغام ملا تھا اور

مَیں اس وقت بھی حیران تھا کہ یہ کیسے مضبوط ایمان کے لوگ ہیں۔

الحاج محمود ڈیکو صاحب معلم ہیں یہ کہتے ہیں کہ شریف عودہ صاحب سینن کے دورے پر آئے تو امام صاحب نے برکینا فاسو سے بس پہ سوار ہو کے رات سارا سفر کیا اور ایک ہزار کلومیٹر کا سفر طے کر کے صبح تین بجے وہاں پہنچے۔ تیس گھنٹے کا تھکا دینے والا سفر تھا۔ وہاں سڑکیں بھی اچھی نہیں ہیں اور بڑے ہشاش بشاش تھے۔ آگے پھر لمبا سفر کرنا تھا وہ بھی انہوں نے اُن کے ساتھ کیا اور سب پروگراموں میں شامل ہوئے۔

ان کو جماعتی خدمت کا ایک جوش تھا۔

سینن میں مساجد دیکھ کر بڑے خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے یہ دیکھو! یہ بھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کی دلیل ہے۔ اسی طرح غیر احمدیوں سے جو بحثیں ہوتی تھیں اس میں یہ عربی میں بڑی فصیح و بلیغ تقریریں کیا کرتے تھے۔ شریف عودہ صاحب کے ساتھ بھی مولویوں کی debate ہو رہی تھی۔ اس وقت انہوں نے کوئی غلط باتیں کیں تو غصہ میں آ کے انہوں نے اٹھ کے جواب دینا چاہا لیکن ان کو جب خاموش کرا دیا گیا تو فوراً بیٹھ گئے۔ پھر غیر احمدیوں نے کہا کہ اچھا اگر تم لوگ سمجھتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں تو ہمارے پیچھے نماز پڑھو۔ تو انہوں نے اس وقت کھڑے ہو کے کہا کہ جو ہمیں کافر کہتے ہیں۔ ہمارے اور وقت کے امام کو قبول نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ یا تو یہ مان لو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وقت کے امام ہیں تو ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔

سینن کے ایک ریٹائرڈ لوکل معلم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

خلیفہ وقت سے محبت کی ایک زندہ تصویر تھے۔

وہ کہا کرتے تھے کہ جب مجھے احمدیت کا پیغام ملا جو پاکستانی مبلغ نے دیا تو مَیں اسی دن سے احمدی ہو چکا تھا۔

مَیں نے یہ سیکھا ہے کہ دنیا کی فلاح صرف نظام خلافت سے وابستہ ہے اور یہی اصل راستہ ہے اور مرتے دم تک اس پر قائم رہوں گا۔

معلم صاحب کہتے ہیں کہ حقیقتاً جو انہوں نے کہا تھا وہ انہوں نے کر دکھایا۔

پھر سینن کے لوکل معلم عیسیٰ صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک لمبے عرصہ سے ان سے تعلق تھا۔ ایک ایسے احمدی تھے جن کو کسی سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ وہ حقیقی احمدی تھے۔ ایسے احمدی جو ہر عمل میں آگے تھے، تبلیغ میں، چندے میں، ہر چیز میں اول تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی وجہ سے باقی آٹھ انصار بھی ان کے پیچھے لبیک کہتے ہوئے اپنی جانیں خدا کے حضور قربان کرنے والے بن گئے۔

پرنسپل جامعہ برکینا فاسو لکھتے ہیں: کسی شخص نے ایک خواب دیکھی اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے امیر جماعت کو یہ لکھ کے بھجوا کہ

"خواب مبارک ہے اور اس کا مطلب ہے کہ ملک کی مٹی قبولِ حق کے لیے زرخیز ہے اور میرے دورے کے بعد انشاء اللہ صداقت کو قبول کر کے نُور سے چمک اٹھے گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

(خط مکرم ایڈیشنل وکیل التبشیر صاحب۔ لندن T.3360 بتاریخ 19/ جون 1990ء)

میرا خیال ہے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وہاں دورہ تو نہیں ہوا۔ بہرحال میں دورے پہ 2004ء میں گیا تھا۔ اس کے بعد کہتے ہیں آپ نے بھی لکھا کہ اس کے بعد "مجھے پورا یقین ہے کہ برکینا فاسو کی سرزمین پر احمدیت کا جو بیج بویا گیا وہ جلد دائمی پھل لائے گا۔

برکینا کے لوگ حقیقتاً بڑے عظیم لوگ ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ خدا نے ان کو احمدیت کے نور سے منور کیا ہے۔ مَیں نے جو بیداری جماعت برکینا کے افراد میں دیکھی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ امید ہے کہ اگلے دو تین سالوں میں اس دورے کے عظیم الشان نتائج ظاہر ہوں گے اور جماعت تیزی سے ترقی کرے گی ان شاء اللہ۔"

(زیر خط T.9653 بتاریخ یکم مئی 2004ء)

تو یہ مَیں نے اپنے دورے کے بعد ان کو لکھا تھا۔ افریقہ کی جماعتوں میں برکینا فاسو کے احمدیوں میں مَیں نے ایک خاص بات دیکھی ہے کہ ملاقات کے وقت ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ مجھ سے گلے لگے۔ اور پھر ان لوگوں کی محبت جو تھی وہ بھی دیکھنے والی ہوتی تھی۔ پرنسپل صاحب لکھتے ہیں کہ آج مہدی آباد کے مخلصین نے غیر معمولی قربانی دے کر "حقیقتاً بڑے عظیم لوگ ہیں" پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی جو آپ نے لکھا تھا۔

دوسرے

الحسن آگ مالی آئل صاحب (Alhassane Ag Maliel)

ہیں۔ ان کی شہادت کے وقت عمر اکہتر (71) سال تھی۔ پیشے کے لحاظ سے کسان ہیں۔ 1999ء میں احمدیت قبول کی۔ گاؤں کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ ابراہیم صاحب کے ساتھ مل کر ڈوری مشن میں جانے والے تحقیقاتی وفد میں شامل تھے۔ جب سے آپ نے بیعت کی اخلاص اور وفا میں ترقی کرتے چلے گئے۔ خلافت کے ساتھ بہت اخلاص کا تعلق رکھتے تھے۔ نماز باجماعت کے پابند، تہجد گزار، چندہ جات میں باقاعدہ، اپنی فیملی کے لیے اپنے پیچھے ایک نیک نمونہ قائم کیا۔ مجموعی طور پر آپ نے جماعت کے لیے جان، مال اور وقت کی جو قربانی کی وہ غیر معمولی ہے۔ آپ برکینا فاسو کی چار پانچ زبانیں بولتے تھے جو مختلف مقامی زبانیں ہیں جس کی وجہ سے آپ کا حلقۂ احباب پورے ملک کی جماعتوں میں تھا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر دوسرے ریجن سے آنے والوں کے ساتھ ان کی زبان جاننے کی وجہ سے بہت گھل مل کر رہتے تھے۔ لوگ آپ کو بہت پسند کرتے۔ ان کی محفل میں بیٹھ کر محظوظ ہوتے۔ جب بھی جماعت کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی اس میں آگے بڑھ کر حصہ لیتے۔ گذشتہ سال جماعت کی طرف سے وقفِ عارضی کرنے کی تحریک ہوئی تو مہدی آباد جماعت میں سے سب سے پہلے آپ نے نام لکھوایا۔ سانحہ مہدی آباد میں آپ کے جڑواں بھائی مکرم حسین آگ مالی آئل صاحب کی بھی شہادت ہوئی۔

حسین آگ مالی آئل صاحب

یہ بھی جیسا کہ بتایا ان کے جڑواں بھائی ہیں۔ ان کی عمر بھی اکہتر (71) سال تھی۔ انہوں نے بھی 1999ء میں بیعت کرنے کی توفیق پائی۔ اپنے گاؤں کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ الحاج ابراہیم صاحب کے ساتھ ڈوری مشن میں جا کر تحقیق کرنے والے گروپ میں شامل تھے۔ اس وقت مہدی آباد میں بطور زعیم انصار اللہ خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ انصار بھائیوں کو بہت اچھے طریق سے منظم کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان

کو جماعتی پروگراموں اور سرگرمیوں میں متحرک رکھتے اور تربیت کے متعدد پروگرام منعقد کرواتے رہتے۔ مسجد کی صفائی اور دیگر مقامات پر وقارِ عمل کرواتے۔ چندہ جات میں باقاعدہ اور پانچوں نمازیں مسجد میں ادا کرنے کی پابندی کرتے۔ نمازِ تہجد باقاعدہ ادا کرنے والے تھے۔ سانحہ مہدی آباد میں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ان کے جڑواں بھائی بھی شہید ہوئے تھے۔ ایک دن دنیا میں آئے اور ایک ہی دن دنیا سے گئے۔

حمید و آگ عبدالرحمٰن صاحب۔

ان کی تاسٹھ (67) سال عمر تھی۔ پیشے کے لحاظ سے یہ بھی کسان تھے۔ 1999ء میں انہوں نے بھی احمدیت قبول کی۔ دل کے بہت صاف، بہت حلیم طبع تھے۔ ہمیشہ جماعتی پروگراموں میں حصہ لینے والے صفِ اوّل میں شمار ہوتے تھے۔ کسی پروگرام سے غیر حاضر ہوتے تو یہ سمجھا جاتا یقیناً کوئی بہت اشد مجبوری یا بیماری ہو گی ورنہ غیر حاضر نہیں ہوتے تھے۔ امام ابراہیم صاحب کے مددگار ساتھیوں میں سے تھے۔ اپنی فیملی کو بھی نظام جماعت کے ساتھ جڑے رہنے اور جماعتی پروگرام میں شرکت کی تلقین کرتے رہتے۔ خلافتِ احمدیہ کے ساتھ وفا کا تعلق تھا۔ بہت سا وقت مسجد میں گزارتے۔ ایم ٹی اے پروگرام دیکھتے رہتے۔ خاص طور پر خطبہ بہت باقاعدگی سے اور توجہ سے سنتے۔

آگ ابراہیم۔ صُلَیح (Souley)

شہادت کے وقت ان کی عمر تاسٹھ (67) سال تھی۔ پیشے کے اعتبار سے یہ بھی کسان تھے۔ نماز باجماعت کے بہت پابند، باقاعدگی سے چندہ جات ادا کرنے والے، مجلس انصار اللہ کے متحرک رکن تھے اور جماعت کے بہت مخلص تھے۔ ابراہیم صاحب کے دستِ راست اور مددگار تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صاحبِ علم تھے۔ مذہبی اور علمی گفتگو کرنا آپ کی عادت تھی۔ جب بھی انصار ممبران جماعت میں علمی گفتگو ہو رہی ہوتی آپ ایسی محفل میں پائے جاتے۔ بہت حلیم اور شریف طبیعت کے مالک تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا آپ کے اوصاف میں تھا۔ جلسہ سالانہ یا کسی اجتماع پر جاتے ہوئے اگر دیکھتے کہ کسی کے پاس کرایہ کی رقم نہیں ہے یا کم ہے تو اپنی طرف سے اس کی مدد کر دیتے تا کہ وہ بھی شامل ہو جائے۔ ان دنوں میں اس سال ڈوری کے علاقے سے نکل کر سفر کرنا بہت ہمت کا کام تھا کیونکہ ہر طرف دہشت گردوں نے اپنی دہشت پھیلائی ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود تمام خطرات کو دیکھتے ہوئے بھی مہدی آباد سے دسمبر کے آخری ہفتہ میں ہونے والے جلسہ سالانہ برکینا فاسو میں شامل ہوئے۔

پھر

عثمان آگ سُودے (Soudeye) صاحب

ہیں۔ ان کی عمر انسٹھ (59) سال تھی۔ مخلص اور جاں نثار احمدی تھے۔ جماعت کے لیے مال اور وقت کی قربانی کرنے والے تھے اور آخر پر اللہ تعالیٰ نے جان کی قربانی کی بھی توفیق عطا فرمادی۔ مہدی آباد کی مسجد کی تعمیر کے وقت پانی لے کر آتے اور تعمیر کے کاموں میں مسلسل تعاون کرتے اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ نمازوں کے بہت پابند تھے۔ چندہ دینے میں باقاعدہ تھے۔ جو کچھ کما کے لاتے پہلے اس سے چندہ کی رقم ادا کرتے۔ کیا ایسی سوچ رکھنے والے پیسے کی لالچ میں بیعت کرتے ہیں جیسا کہ مخالفین کہہ رہے ہیں؟ پیشے کے اعتبار سے آپ ایک تاجر تھے۔ جوتے فروخت کرنے کا کاروبار کرتے تھے۔ کسی کے پاس اگر جوتا خریدنے کی استطاعت نہیں تھی یا رقم کم ہوتی تو پھر بھی اسے خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے تھے۔ کسی کو ننگے پاؤں واپس نہیں جانے دیا۔ اگر رقم نہیں ہے یا کم ہے تو کہتے کوئی بات نہیں بعد میں دے دینا۔

پھر

آگ علی آگ مگوئیل (Maguel)۔

یہ 1970ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ 1999ء میں احمدیت قبول کی۔ پیشے کے اعتبار سے کسان تھے۔ جماعت احمدیہ بیلارے (Belare) کے مؤذن تھے۔ جب کچھ عرصہ قبل دہشت گردی کی وجہ سے ان کو اپنے گاؤں سے نقل مکانی کرنی پڑی تو انہوں نے مہدی آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ بہت مخلص احمدی تھے۔ نمازوں اور چندہ جات میں باقاعدہ تھے اور جماعت کی تمام سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔

پھر

موسیٰ آگ ادراہی (Idrahi)۔

شہادت کے وقت ان کی عمر ترپن (53) سال تھی۔ یہ بھی کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور جماعت کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ احمدی ہونے سے قبل وہابیہ فرقہ کے بہت سرگرم رکن تھے۔ نمازوں کی بہت پابندی کرنے والے، تہجد باقاعدگی سے ادا کرنے والے۔ مغرب کی نماز پر مسجد میں آتے تو عشاء کی نماز پڑھ کر ہی واپس گھر جاتے۔ مغرب اور عشاء کا وقت مسجد میں گزارتے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ ان کے متعلق ہر کوئی گواہی دیتا ہے کہ ایک حقیقی مومن اور مخلص فدائی احمدی ہونے کا عملی نمونہ تھے۔ مجھے دعائیہ خطوط بھی یہ باقاعدہ لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ مَیں بھی خلیفۂ وقت کے لیے باقاعدہ دعا کرنے والا ہوں۔

پھر نویں ہیں

آگ عمر آگ عبدالرحمٰن۔

ان کی شہادت کے وقت عمر چوالیس (44) سال تھی۔ سب سے چھوٹی عمر کے تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ 1999ء میں بیس سال کی عمر میں انہوں نے احمدیت قبول کی۔ اس کے بعد جماعت کے ساتھ تعلق اور وفا میں ترقی کرتے چلے گئے۔ جماعت مہدی آباد کے بہت مخلص اور فدائی ممبر تھے۔ امام ابراہیم صاحب کے دستِ راست تھے۔ مہدی آباد کے نائب امام الصلوٰۃ بھی تھے۔ جب دہشت گرد مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے امام ابراہیم صاحب کا پوچھنے کے بعد پوچھا کہ نائب امام کون ہے؟ تو انہوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے بتایا کہ مَیں ہوں۔ آپ ہمیشہ مسجد میں آنے والے اوّلین افراد میں سے ہوتے۔ بہت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ نمازِ تہجد کی پابندی کرنے والے تھے۔ مسجد میں اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے کر آتے اور ان کی تربیت کا بہت خیال رکھتے اور ان میں بھی مجھے خط لکھنے میں بڑی باقاعدگی تھی۔ سائیکل چلانے کے بہت ماہر تھے اور پورے علاقے میں لمبے لمبے سفر کیا کرتے تھے۔ چار دفعہ ڈوری سے 265 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے واگاڈوگو خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں شامل ہوئے۔ 2008ء میں خلافت جوبلی کے جلسہ میں برکینا فاسو سے گھانا سائیکلوں پر جانے والے قافلے میں یہ شامل تھے۔

یہ جو ہر لفظ کے ساتھ 'آگ' کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ میں ان کی رپورٹوں سے جو سمجھا ہوں وہ یہی ہے کہ وہاں اس کا مطلب 'ابن' کے ہیں کہ فلاں کا بیٹا۔ آگ فلاں یا فلاں آدمی ابن فلاں۔ فلاں فلاں کا بیٹا ابن فلاں۔

بہرحال ان کے بارے میں مزید یہ لکھتے ہیں کہ جب آٹھ افراد کو شہید کیا جا چکا تو آخر پر آگ عمر آگ عبدالرحمٰن صاحب رہ گئے۔ اپنی عمر کے لحاظ سے یہ سب سے چھوٹے تھے۔ دہشت گردوں نے ان سے پوچھا کہ تم جوان ہو۔ احمدیت سے انکار کر کے اپنی جان بچا سکتے ہو تو انہوں نے بڑی شجاعت سے جواب دیا کہ

جس راہ پر چل کر میرے بزرگوں نے قربانی دی ہے میں بھی اپنے امام اور بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل کر ایمان کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس پر آپ کو بہت بے دردی سے چہرے پر گولیاں مار کر شہید کیا گیا۔

برکینا فاسو میں عمومی طور پر حالات خراب ہیں۔ دہشت گرد بہت سارے علاقوں میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ کچھ دن قبل قائد صاحب مجلس دینیا (Denea) مرکز میں، سینٹر میں، مشن ہاؤس میں آئے تھے اور انہوں نے بتایا کہ میری گاؤں میں پرچون کی دکان ہے۔ ایک دن دہشت گردوں میں سے ایک ان کی دکان پر آیا۔ یہ بالکل دوسرا علاقہ ہے اور کچھ خریدنے کے لیے آیا۔ پھر ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر وہاں ان کی دکان پہ لگی تھیں۔ اس نے قائد صاحب سے پوچھا یہ کون ہیں؟ یہ کن کی تصویر تم نے دکان پہ لگائی ہوئی ہے؟ تو قائد صاحب نے جواب دیا کہ یہ مسیح موعود اور ان کے خلفاء کی تصاویر ہیں۔ کہنے لگا کہ مسیح موعود نہیں بلکہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے اکٹھے ہو کر ایک گروپ بنا لیا ہے یہ وہی لوگ ہیں اور یہ لوگ کافر ہیں اور جانے سے پہلے قائد کو کہا، دھمکی دے کر گیا کہ یہ تصاویر یہاں سے اتار لو ورنہ اگلی دفعہ جب میں آؤں گا اور یہ موجود ہوئیں تو پھر تمہارا بہت برا حال ہو گا۔ لیکن بہرحال قائد صاحب

نے وہ تصویریں ادھر لگی رہنے دیں۔ کچھ دن کے بعد وہ دوبارہ آیا کچھ خریدنے کے لیے تو دیکھا کہ تصاویر ادھر لگی ہوئی ہیں۔ دیکھ کے چلا گیا تو کہتے ہیں کہ قائد صاحب نے ہمیں یہ واقعہ بتایا اور ساتھ اَور تصاویر بھی طلب کی ہیں۔ اب ڈرنے کی بجائے انہوں نے یہ کہا کہ اب مَیں اَور جگہوں پہ بھی تصویریں لگاؤں گا۔ یہ سارا علاقہ ایک لمبے عرصہ سے ان دہشت گردوں کے کنٹرول میں ہے اور حکومت کا وہاں کنٹرول کوئی نہیں۔ اس علاقے کا بارڈر جو ہے وہ مالی سے ملتا ہے یا دوسری طرف سے ڈوری کا علاقہ نائیجر سے ملتا ہے تو ایک پورا علاقہ، بیلٹ جو ہے تقریباً اس طرح ان کے قبضہ میں ہے۔

بہرحال

یہ احمدیت کے چمکتے ستارے ہیں، اپنے پیچھے ایک نمونہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں اور نسلوں کو بھی اخلاص و وفا میں بڑھائے۔ دشمن سمجھتا ہے کہ ان کی شہادتوں سے یہ اس علاقے میں احمدیت ختم کر دے گا لیکن ان شاء اللہ پہلے سے بڑھ کر احمدیت یہاں بڑھے گی اور پنپے گی۔

وہاں جو انتظامیہ ہے اس کو اور امیر صاحب کو بھی وہاں حکمتِ عملی کے ساتھ تبلیغی پروگرام بنانا چاہیے جہاں یہ ان لوگوں کی تسلی بھی کرانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ بھی دیتا رہے اور ان کے بزرگوں نے جس مقصد کے لیے اپنی جان کے نذرانے پیش کیے ہیں اس کی اہمیت کو سمجھنے کی بھی ان کو توفیق عطا فرمائے۔ بہرحال

ایک حکمت اور منصوبہ بندی سے اب ہمیں وہاں کام کرنا ہوگا۔

اس بارے میں پہلے ہی مَیں ان کو کہہ چکا ہوں کہ وہاں جائیں اور مقامی لوگوں سے مل کر جامع منصوبہ بندی حکمت سے کریں۔

شہداء کے خاندانوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے، ان کو پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے خلافتِ رابعہ سے ہی ایک فنڈ

سیدنا بلال فنڈ

کے نام سے قائم ہے جس میں سے شہداء کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔ آج کل اس واقعہ کے بعد بعض لوگ انفرادی طور پر بھی اور تنظیمیں اور جماعت بھی یہ ضروریات پوری کرنے کے لیے کچھ رقمیں بھیج رہی ہیں یہ ان کے لیے ہے۔ حالانکہ جب فنڈ ایک قائم ہے تو سب کو چاہیے کہ اپنی رقمیں جو بھی دینا چاہتے ہیں سیّدنا بلال فنڈ میں جمع کروائیں اور پھر بتا دیں کہ ہم نے یہ رقمیں جمع کروائی ہیں اور خاص طور پر ہمارا مقصد جو ڈوری کے، مہدی آباد کے شہداء ہیں ان کے لیے خرچ کرنا ہے تو بہرحال مرکز اس کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

مرکز نے تو چاہے رقمیں آئیں یا نہ آئیں ان لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھنا ہے اور پورا کرنا ہے اور کرے گا ان شاء اللہ

لیکن لوگ جو دینا چاہتے ہیں وہ اس فنڈ میں، سیدنا بلال فنڈ میں رقمیں جمع کروائیں۔ اور

یہ کوئی ان شہداء کے خاندانوں پر احسان نہیں ہے بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھیں اور انہیں پورا کریں۔

آخر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں: ”یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔“ انشاء اللہ۔ ”پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے۔“

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

پس یہ قربانی کرنے والے تو اس آزمائش میں پورے اترے۔ اب پیچھے رہنے والوں کا بھی اپنے ایمان اور یقین میں بڑھنے کا امتحان ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق دے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنے ایمان اور یقین میں کامل رہیں۔

اللہ تعالیٰ ان شہداء کے مقام کو بلند تر فرماتا چلا جائے۔ ان کی قربانیوں کو وہ پھل پھول لگائے جس کے نتیجہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیم کو جلد از جلد دنیا میں ہم پھیلتا دیکھنے والے ہوں۔ جہالت دنیا سے ختم ہو اور خدائے واحد کی حقیقی بادشاہت دنیا میں قائم ہو جائے۔

ان شہداء کے جنازوں کے ساتھ جو میں پڑھاؤں گا ابھی نمازوں کے بعد

دو اَور مخلصین کے ذکر، جنازے

بھی ہیں جن میں سے ایک

ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب

ہیں جو صوفی خدا بخش زیروی صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ امریکہ میں رہتے تھے۔ چار جنوری کو ان کی تراسی سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے والد صوفی خدا بخش صاحب نے سترہ سال کی عمر میں 1928ء میں قادیان جا کر خلیفہ ثانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ کریم اللہ زیروی صاحب حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کے داماد بھی تھے۔ بڑے علمی آدمی تھے۔ بعض کتب بھی انہوں نے لکھی ہیں۔ جماعتی خدمت کی بھی انہیں بہت توفیق ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ

زیروی صاحب کی اہلیہ امۃ اللطیف زیروی صاحبہ

کا ہے جو کریم اللہ زیروی صاحب کی اہلیہ تھیں۔ امریکہ میں رہتی تھیں اور ملک سیف الرحمٰن صاحب کی یہ بیٹی تھیں۔ یہ 6/ جنوری کو اپنے میاں کی وفات کے دو دن بعد اٹھہتر سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

مرحومہ موصیہ تھیں اور جیسا کہ میں نے کہا ملک سیف الرحمٰن صاحب کی بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام امۃ الرشید شوکت تھا جو رسالہ مصباح ربوہ کی مدیر رہی ہیں۔ ان کی پیدائش قادیان کی ہے۔ بڑا علمی ذوق رکھنے والی خاتون تھیں۔ پڑھی لکھی تھیں۔ ایم ایس سی کیا ہوا تھا۔ جماعتی خدمات کی بھی ان کو توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بھائی ملک مجیب الرحمٰن صاحب اپنی بہن اور بہنوئی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بہت محبت کرنے والا جوڑا تھا۔ انہوں نے بہت مشقتیں برداشت کیں لیکن کبھی کسی چیز کے بارے میں کوئی شکایت نہیں کی۔ میں نے انہیں کبھی کسی کے بارے میں کوئی منفی گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔ دونوں علم کے گہرے سمندر تھے۔ زندگی کے آخری لمحات تک ہر کسی کے ساتھ محبت کرنے والے، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے اور بے پناہ پیار و محبت کرنے والے تھے۔ ماشاء اللہ بڑی بھرپور اور بہترین زندگی گزاری۔ اپنے معاشرہ اور ماحول میں دوسروں پر نہایت مثبت اثر ڈالنے والے اور اچھا اثر و رسوخ رکھنے والے بزرگ انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 10/ فروری 2023ء صفحہ 5 تا 11)

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز

حضور انور کے ساتھ چند لمحات

اگلے روز 23؍ نومبر کی صبح اندازاً ساڑھے گیارہ بجے میں اپنے کمرے میں تھا جب احمد بھائی کمرے میں تشریف لائے۔ وہ نیچے استقبالیہ تقریب کے انتظامات چیک کرنے کے لیے گئے تھے جو اسی دن بارہ بجے بعد دوپہر ہوٹل میں ہونی تھی۔ آپ کو وقت کا اندازہ ہی نہیں رہا اس لیے جب وہ کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ لیٹ ہو رہے ہیں اور جلدی سے نہانا چاہتے ہیں۔ چند منٹ کے بعد میں نے حضور انور کے سلام کی آواز سنی اور آپ نے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دستک دی۔ شکر ہے کہ گزشتہ روز کی طرح آپ کی تشریف آوری پر میں سو نہیں رہا تھا۔

حضور انور کمرے میں تشریف لائے اور ایک کرسی پر جو برآمدہ کے رخ رکھی ہوئی تھی، تشریف فرما ہوئے۔ پہلے تو میں حضور انور کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا لیکن حضور انور نے دیکھا کہ میں احمد بھائی کی ٹائی اور شرٹ پر بیٹھ گیا ہوں جو انہوں نے وہاں رکھی تھی۔ اس لیے آپ نے ہدایت فرمائی کہ میں آپ کے ساتھ پڑی ہوئی کرسی پر آ کر بیٹھ جاؤں۔ اگلے چند منٹ مجھے حضور انور کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا اور حضور انور نہایت مطمئن تھے جبکہ استقبالیہ کی تقریب کے آغاز میں چند منٹ ہی باقی تھے۔

میں نے حضور انور سے عرض کی کہ میں نے حضور انور کے (گزشتہ) خطاب کا متن پڑھا ہے اور جو آپ نے چند روز قبل Nagoya میں استقبالیہ تقریب میں فرمایا تھا تو اس کا لطف دوبالا ہو گیا اور مجھے اندازہ ہوا کہ اس مختصر وقت کے باوجود حضور انور نے کس قدر وسیع موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔ اس پر حضور انور نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا تمہیں اکثر میرے خطاب یا تقاریر پسند آتے ہیں، جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے پہلے سے زیادہ۔ میں نے عرض کی کہ میں ہمیشہ سے حضور انور کے خطابات کو بہت پسند کرتا ہوں لیکن جب زیادہ پڑھتا ہوں یا بار بار سنتا ہوں تو مجھے حضور انور کی حکمت کا زیادہ فہم اور ادراک حاصل ہوتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایسی تقاریب استقبالیہ میں اکثر مختلف عمر اور طبقات کے لوگ آتے ہیں تو اس لیے آپ کی کوشش ہوتی ہے کہ ایسے نکات بیان کیے جائیں جو ہر طبقہ اور عمر کے لوگوں کو سمجھ آ جائیں۔

ایک یادگار Dive

جب ہم (کمرے میں) اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو ایک چیز میرے دماغ میں چلتی رہی۔ میں سوچتا رہا کہ احمد بھائی باتھ روم میں نہا رہے ہیں اور انہیں پتہ بھی نہیں کہ ہمیں حضور انور کی صحبت نصیب ہو رہی ہے اور یہ بھی کہ آپ کے کپڑے بھی ہمارے پاس ہی پڑے ہیں۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ ہم اس صورتحال سے کب باہر نکلیں گے۔

اسی دوران میں نے جو منظر دیکھا وہ میری زندگی کا سب سے زیادہ پُر لطف اور یادگار منظر بن گیا۔ میں باتھ روم کے قریب ہی اور اس کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہوا تھا اور باتھ روم میرے سے چند میٹر کے فاصلے پر تھا۔ حضور انور کچھ یوں تشریف فرما تھے کہ باتھ روم پر آپ کی نظر تو پڑ رہی تھی مگر مکمل طور پر نہیں۔ جب ہم بات کر رہے تھے تو اچانک باتھ روم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور نہایت بے فکری سے دنیا و مافیہا سے بے فکر ہو کر احمد بھائی باتھ روم سے باہر نکلے اور آپ نے صرف ایک تولیہ اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا۔ جب انہوں نے اوپر دیکھا کہ میرے ساتھ کون تشریف فرما ہیں تو احمد بھائی کے چہرے کی کیفیت یکسر بدل گئی۔ میں نے کبھی کسی کے چہرے کی کیفیت کو اس سرعت سے بدلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کی آنکھوں میں شدید گھبراہٹ نمایاں تھی اور ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو چکا تھا۔

ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر احمد بھائی نے واپس باتھ روم میں dive لگائی۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس موقع پر احمد بھائی کی رفتار نوٹ کی جا سکتی تو کوئی نہ کوئی عالمی ریکارڈ ضرور بن سکتا تھا۔ جب احمد بھائی باتھ روم میں واپس چلے گئے تو حضور انور کی نگاہ آپ پر پڑی تھی یا نہیں اس کا مجھے صحیح اندازہ نہیں لیکن مجھے یہ پتہ ہے کہ حضور انور نے احمد بھائی کے کپڑے کرسی پر پڑے ہوئے دیکھے اور اچانک سے مجھے فرمایا ’’ہمارے لیے بہتر ہے کہ ہم باہر چلتے ہیں کیونکہ احمد کے کپڑے یہاں پڑے ہوئے ہیں۔‘‘

جس دوران ہم کمرے سے باہر جا رہے تھے میں اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکا۔ میں حضور انور کے بعد کمرے سے باہر نکلا اور ایک لمحہ کے لئے باتھ روم کے دروازہ پر دستک دی۔ احمد بھائی نے باہر جھانکا تو میں نے انہیں بتایا کہ سب ٹھیک ہے۔ ان کے چہرے پر شرمندگی اور حیرت کے آثار خوب نمایاں تھے۔

ذاتی طور پر میں حیران تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ شرمندگی جو مجھے حالیہ دورہ ہالینڈ میں اٹھانی پڑی جب حضور انور نے مجھے رات کے کپڑوں میں دیکھا تھا وہ اس واقعہ کے مقابلہ پر ماند پڑ گئی تھی۔ دن کے باقی حصہ میں جب بھی مجھے احمد بھائی کے باتھ روم میں واپسی dive لگانے کا منظر یاد آیا تو میں بے اختیار ہنسنے لگا اور اب وقت تحریر بھی میرے لیے اپنی ہنسی پر قابو رکھنا ممکن نہیں ہے۔

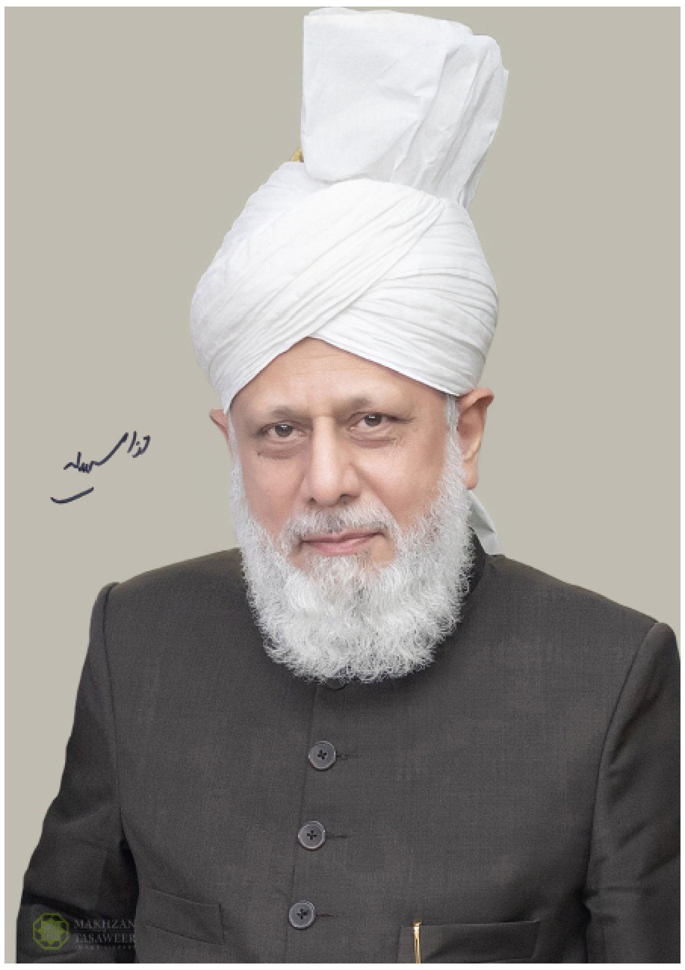

Corridor میں بیٹھنا

جونہی حضور انور اور خاکسار کمرے سے باہر نکلے تو ابھی استقبالیہ کے آغاز میں دس منٹ رہتے تھے تو حضور انور اپنے کمرے کے باہر corridor کے آخر میں رکھی گئی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ وہاں ایک دوسری کرسی بھی تھی اس لیے حضور انور نے مجھے اپنے ساتھ بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔

کچھ عرصہ قبل میں نے حضور انور کو ایک ویڈیو دکھائی تھی جو مالہ نے مجھے واٹس ایپ پر بھجوائی تھی۔ اس ویڈیو میں ایک Chinese چور تھا جو سڑک پر موٹر سائیکل چلا رہا تھا اور ایک نوجوان عورت کو دیکھنے پر وہ اپنے موٹر سائیکل سے اترا اور اس کے پرس کو چھین کر بھاگ نکلا۔ تاہم بجائے گھبرانے کے یا رُکے رہنے کے وہ عورت بھاگ کر موٹر سائیکل کی طرف گئی جس میں چابی لگی ہوئی تھی۔ پھر وہ موٹر سائیکل لے اڑی اور وہ گھبراہٹ اور پریشانی میں دیکھتا رہ گیا۔ جس دوران ہم وہاں بیٹھے تھے، حضور انور نے اس ویڈیو کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اس عورت نے چور کو خوب سبق سکھایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور انور اس ویڈیو سے خوب لطف اندوز ہوئے۔ ماشاءاللہ

(حضور انور کا دورہ جاپان نومبر 2015ء از ڈائری عابد خان)

(باتعاون: مظفرہ ثروت۔ جرمنی)

کسی حوالے سے قبل بعض الفاظ لکھنا

بعض دوست و خواتین اپنے مضامین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات سے مزین کرتے وقت ارشاد سے قبل اس کے تسلسل میں، اور، پھر، پس، مگر، لیکن، کیونکہ وغیرہ کے الفاظ سے ارشاد کا آغاز کرتے ہیں۔ یہ الفاظ تو بطور لاحقہ کے استعمال ہوتے ہیں سابقہ مضمون کے تسلسل میں۔ چونکہ آپ ایک ایسا ارشاد پیش کرنے جا رہے ہیں جس کا تعلق آپ کی اپنی تحریر سے ہے اور سابقہ مضمون سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اس لیے ان زائد الفاظ کو حذف کر دیا کریں۔ نیز بمعہ لکھنا غلط العام ہے۔ مع کافی ہے با کے معنی بھی مع کے ہی ہوتے ہیں۔

کان اللہ معکم

مولانا محمود ناصر ثاقب۔ امیر جماعت برکینا فاسو

واقعہ شہادت مہدی آباد برکینا فاسو

برکینا فاسو کے ریجن ڈوری کی ایک جماعت مہدی آباد میں 11/ جنوری کو نماز عشاء کے وقت 9 احمدی بزرگ افراد کو مسجد کے صحن میں باقی نمازیوں کے سامنے اسلام احمدیت سے انکار نہ کرنے کی بنا پر ایک ایک کو گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

11/ جنوری 2023ء کو نماز عشاء کے وقت چار موٹر سائیکلوں پر سوار آٹھ مسلح افراد احمدیہ مسجد میں آئے۔ یہ مسلح افراد احمدیہ مسجد میں آنے سے پہلے قریب واقع وہابیہ مسجد میں موجود تھے، جہاں انہوں نے مغرب سے عشاء تک کا وقت گزارا لیکن وہاں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

جب یہ دہشت گرد احمدیہ مسجد میں آئے تو اس وقت مسجد میں عشاء کی اذان ہو رہی تھی اور شام 6 بج کر 45 منٹ کا وقت تھا۔ مسجد میں نماز عشاء کا وقت 7 بجے تھا۔ اس وقت تک کچھ نمازی مسجد میں آ چکے تھے اور باقی ابھی آ رہے تھے۔ اذان ختم ہونے کے بعد دہشت گردوں نے مؤذن سے اعلان کروایا کہ احباب جلدی مسجد میں آجائیں کچھ لوگ آئے ہیں انہوں نے بات کرنی ہے۔

دہشت گردوں نے پوچھا کہ یہاں امام مسجد کون ہے؟ امام الحاج ابراہیم بی دیگا صاحب (Boureima Bidiga) نے بتایا کہ وہ امام مسجد ہیں۔ انہوں نے یہ بھی پوچھا کہ ان کے بعد نائب امام کون ہے۔ آگ عمر آگ عبد الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ وہ نائب امام ہیں۔ جب نماز کا وقت ہو گیا تو امام ابراہیم صاحب نے دہشت گروں سے کہا کہ ہمیں نماز پڑھ لینے دیں۔ لیکن انہوں نے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔

مسلح افراد نے امام صاحب سے جماعت احمدیہ کے عقائد کے متعلق کافی سوالات کئے جن کے جوابات امام صاحب نے تسلی اور بہادری سے دیے۔ امام صاحب نے بتایا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کا تعلق کس فرقے سے ہے؟ امام صاحب نے بتایا کہ ہمارا تعلق احمدیہ مسلم جماعت سے ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں کہ فوت ہو گئے ہیں؟ امام صاحب نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ دہشت گردوں نے کہا کہ نہیں، عیسیٰؑ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ واپس آ کر دجال کو قتل کریں گے اور مسلمانوں کے مسائل حل کریں گے۔ پھر پوچھا کہ امام مہدی کون ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام امام مہدی اور مسیح موعود کے طور پر آئے ہیں۔ آخر پر مسلح افراد نے کہا کہ احمدی مسلمان نہیں بلکہ پکے کافر ہیں۔

اس کے بعد وہ لوگ امام صاحب کو مسجد کے ساتھ ملحق احمدیہ سلائی سنٹر میں لے گئے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کی تصاویر لگی ہوئی تھیں وہ تصاویر لے کر امام صاحب کے ساتھ واپس مسجد میں آگئے اور پھر ان تصاویر کے حوالے سے امام ابراہیم صاحب سے سوالات کئے۔ امام صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کے نام بتائے اور ایک ایک تصویر کا تعارف کروایا اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور امام مہدی اور مسیح آئے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد (علیہ السلام) کا دعویٰ نبوت جھوٹا ہے اور وہ سچے نبی نہیں ہیں۔ نعوذ باللہ

پھر دہشت گردوں نے مسجد میں موجود نمازیوں میں سے بچوں، نوجوانوں اور بزرگوں کے الگ الگ گروپ بنائے۔ اس وقت مسجد بچوں، نوجوانوں بزرگوں اور خواتین سمیت ساٹھ سے ستر افراد موجود تھے۔ پردے کے دوسری طرف دس سے بارہ لجنہ اس وقت نماز کے لئے موجود تھیں۔

عمر کے لحاظ سے گروپس بنانے کے بعد دہشت گردوں نے بڑی عمر کے افراد سے کہا کہ وہ مسجد کے صحن میں آ جائیں۔ اس وقت کل دس انصار مسجد میں موجود تھے جن میں سے ایک معذور بھی تھے۔ جب وہ معذور دوست بھی باقی انصار بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہو کر باہر جانے لگے تو انہیں یہ کہہ کر بٹھا دیا گیا تم کسی کام کے نہیں۔ بیٹھے رہو۔ باقی نو انصار کو مسجد کے صحن میں لے آئے۔

مسجد کے صحن میں کھڑا کر کے امام ابراہیم بی دیگا صاحب (Boureima Bidiga) صاحب سے کہا کہ اگر وہ احمدیت سے انکار کر دیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ میرا سر قلم کرنا ہے تو کر دیں لیکن میں احمدیت نہیں چھوڑ سکتا۔ جس صداقت کو میں نے پا لیا ہے اس سے پیچھے ہٹنا ممکن نہیں۔ ایمان کے مقابلہ میں جان کی کیا حیثیت ہے۔ دہشت گردوں نے امام صاحب کی گردن پر بڑا چاقو رکھا اور ان کو لٹا کر ذبح کرنا چاہا لیکن امام صاحب نے مزاحمت کی اور کہا میں لیٹ کر مرنے کی نسبت کھڑے رہتے ہوئے جان دینا پسند کروں گا۔ اس پر انہوں نے امام صاحب کو گولیاں مار کر شہید کر دیا۔ سب سے پہلی شہادت امام الحاج ابراہیم بی دیگا صاحب کی ہوئی۔

امام صاحب کو بے دردی کے ساتھ شہید کرنے کے بعد دہشت گردوں نے خیال کیا کہ باقی لوگ خوف زدہ ہو کر اپنے ایمان سے پھر جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اگلے احمدی بزرگ سے کہا کہ احمدیت سے انکار کرنا ہے یا تمہارا بھی وہی حشر کریں جو تمہارے امام کا کیا ہے۔ اس بزرگ نے دلیری اور بہادری سے کہا کہ احمدیت سے انکار ممکن نہیں۔ جس راہ پر چل کر ہمارے امام نے جان دی ہے ہم بھی اسی راہ پر چلیں گے۔ اس پر انہیں بھی سر میں گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ پیچھے رہ جانے والے افراد سے بھی فرداً فرداً یہی مطالبہ کیا گیا کہ امام مہدی کا انکار کر دیں اور احمدیت چھوڑ دیں تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا اور زندہ چھوڑ دیا جائے گا۔ سب احمدی بزرگوں نے پہاڑوں جیسی استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جرأت اور بہادری سے شہادت کو گلے لگانا قبول کر لیا۔ کسی ایک نے بھی ذرا سی کمزوری دکھائی نہ ہی احمدیت سے انکار کیا۔ ایک کے بعد ایک شہید گرتا رہا لیکن کسی کا ایمان متزلزل نہیں ہوا سب نے ایک دوسرے سے بڑھ کر یقین محکم اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور ایمان کا عَلم بلند رکھتے ہوئے اللہ کے حضور اپنی جانیں پیش کر دیں۔ ہر شہید کو کم و بیش تین گولیاں ماری گئیں۔ ان (9) شہداء میں دو جڑواں بھائی بھی شامل ہیں۔

مہدی آباد مسجد کا اندرونی منظر

جب آٹھ افراد کو شہید کیا جا چکا تو آخر پر آگ عمر آگ عبد الرحمٰن صاحب (عمر چوالیس سال) رہ گئے۔ آپ عمر کے لحاظ سے سب شہداء سے چھوٹے تھے۔ دہشت گردوں نے ان سے پوچھا کہ تم جوان ہو۔ احمدیت سے انکار کر کے اپنی جان بچا سکتے ہو۔ تو انہوں نے شجاعت سے ہمیشہ باقی رہنے والا جواب دیا کہ جس راہ حق پر چل کر میرے بزرگوں نے قربانی دی ہے۔ میں بھی اپنے امام اور بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر ایمان کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر انہیں بہت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

دہشت گردوں کے مسجد میں آنے سے لے کر، سوال و جواب کرنے، عقائد پر تفصیلی بات کرنے اور ساری کارروائی کر کے مسجد سے نکلنے تک کم و بیش ڈیڑھ گھنٹے کا وقت بنتا ہے۔ اس دوران میں بچے اور باقی افراد جس کرب اور تکلیف سے گزرے ہوں گے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مسجد سے نکل کر دہشت گرد فوری طور پر فرار نہیں ہوئے بلکہ کافی دیر مہدی آباد میں ہی رہے۔

مسلح افراد نے مسجد میں موجود باقی لوگوں کو بھی دھمکی دی کہ آپ سب کے لئے بہتر ہوگا کہ احمدیت چھوڑ دیں۔ ہم پھر آئیں گے اور اگر آپ لوگوں نے احمدیت ترک نہ کی یا کسی نے یہ مسجد دوبارہ کھولنے کی کوشش کی تو سب کو ختم کر دیا جائے گا۔

تدفین شہداء

دہشت گردوں نے مسجد میں ڈیڑھ گھنٹہ گزار کر اس قدر خوف کی فضا پیدا کی تھی کہ جس مقام پر شہادتیں ہوئیں، شہداء کی لاشیں رات بھر اسی جگہ پڑی رہیں کیونکہ خدشہ تھا کہ دہشت گرد گاؤں سے باہر نہیں گئے اور اگر کوئی لاشیں اٹھانے گیا تو اسے بھی مار دیا جائے گا۔ قریبی آرمی کیمپ میں اس واقعہ کی اطلاع دی گئی لیکن وہاں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ نہ ہی سیکورٹی اداروں کا کوئی فرد صبح تک موقع پر پہنچا۔ شہداء کی تدفین 12/ جنوری کو صبح 10 بجے مہدی آباد میں کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کی حفاظت فرمائے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔ ان قربانیوں کے غیر معمولی ثمرات ظاہر ہوتے چلے جائیں اور افراد جماعت احمدیہ برکینا فاسو اپنے ان شہداء کی قربانیوں کی نیک یادوں کو قائم رکھنے والے اور جس مقصد کے لئے یہ قربانیاں ہوئی ہیں اس مقصد کو پانے والے بنیں۔ آمین

محمد ولید احمد

مکرم شیخ مظفر احمد مرحوم کا ذکرِ خیر

خاکسار کے والد محترم بزرگوارم شیخ مظفر احمد صاحب ابن محترم شیخ مشتاق احمد صاحب مؤرخہ 28/ جنوری 2023ء بروز ہفتہ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے 84 سال کی عمر میں خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

آپ 10/ اکتوبر 1938ء کو پیدا ہوئے۔ پیارے والد صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے باکردار، بامراد، کامیاب و کامران زندگی گزاری۔ اپنے، پرائے، عزیز، رشتہ دار سب ان کی شخصیت ان کی عظمت، پاک کردار، نیکی تقویٰ، پرہیزگاری، عبادت زہد اور بزرگی کے قائل تھے۔

اوائل جوانی سے باقاعدہ تہجد گزار بلاناغہ نیم شبی دعاؤں کے عادی صوم وصلوٰۃ کے پابند، قرآن مجید کے عاشق، قرآن کریم کو ہمیشہ بوسہ دے کر آنکھوں سے لگا کر پھر تلاوت کرتے۔ بہت ملنسار، ہمدرد، غمگسار، انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے، ضرورتمندوں کی مخفی اور اعلانیہ مدد کرنے والے، اپنوں اور غیروں کی ہر ممکنہ مدد کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہنے والے ہمدرد انسان تھے۔

خاکسار کے دادا محترم شیخ مشتاق احمد صاحب جنوری 1960ء اور دادی محترمہ بتول بی بی صاحبہ دسمبر 1961ء میں اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ چھ بچے سوگوار تھے۔ دادا جان نے وفات سے پہلے آپ کو نصیحت کی کہ بہن بھائیوں کا خیال رکھنا۔ والد محترم جو ان بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے نے انتہائی نامساعد حالات میں اپنے خاندان کو سنبھالا اور ہمیشہ ہر معاملے میں اپنے والد کی نصیحت کو یاد رکھا۔ اور انتہائی محدود آمدنی میں سفید پوشی کا بھرم رکھتے ہوئے ایک بڑے کنبے کی پرورش کی اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی شادیوں کا انتظام کیا۔

طبیعت میں بہت سادگی لیکن نفاست، نظافت اور پاکیزگی تھی۔ انتہائی منظم اور ذوق جمالیات رکھنے والے وجود تھے۔ صائب الرائے تھے، انتہائی زیرک، دانا اور انصاف پسند تھے۔ اپنے پرائے سب آپ پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ آپ نے لوگوں کے بڑے بڑے مسائل اپنے دینی و علمی ذوق اور فراست کی بدولت حل کئے۔ اور فریقین ہمیشہ آپ کے فیصلے کو کھلے دل سے قبول بھی کر لیتے۔

ستمبر 1957ء سے ستمبر 1995ء تک 38 سال محکمہ تعلیم میں ملازمت کی۔ مذہبی منافرت کی بناپر آپ کو ساتھی اساتذہ کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا رہا مگر آپ نے ہمیشہ ہمت حوصلے اور دعا کے ساتھ ان مشکلات کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ سرخرو ہوئے۔ آپ کے بہت سے شاگرد دنیاوی لحاظ سے اعلیٰ ترین عہدوں پر پہنچے۔ سکولوں کے معائنہ کے لئے آنے والے مختلف افسران نے ہمیشہ آپ کے کام کی تعریف کی اور آپ کی سروس بک پر آپ کی تعریف کے بیسیوں تبصرے رقم ہیں۔

قائد مجلس، زعیم انصار اللہ، اور ضلعی عاملہ میں خدمت کی توفیق پائی اور لمبا عرصہ امام الصلوٰۃ رہے۔ شادی سے پہلے اپنی اولاد کو وقف کرنے کا عزم کیا۔ اپنے عہد کی پاسداری کرتے ہوئے بچوں کو قرآن مجید حفظ کروانے کے لئے ذاتی خرچ پر حافظ قرآن معلم کا انتظام کیا اور بڑی بیٹی اور بیٹے کو قرآن مجید حفظ کروایا۔ ان کی خواہش کے مطابق سب سے بڑے اور سب سے چھوٹے بیٹے کو زندگی وقف کرنے کی توفیق ملی۔ بڑی بیٹی کی شادی واقف زندگی سے کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور جماعتی اخبارات کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے۔ امام الزمان اور خلفاء کے بیسیوں اشعار زبانی یاد تھے، ادبی ذوق رکھنے والے تھے برمحل اور برموقعہ اشعار پڑھنے اور گفتگو کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ خلافت احمدیہ سے انتہائی عقیدت و احترام کا تعلق تھا، چار خلفاء کا بابرکت عہد دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

مہمان نوازی آپ کے نمایاں اوصاف میں شامل تھی۔ مرکزی مہمانوں، مربیان اور انسپکٹران کی بھرپور جذبے کے ساتھ خدمت کی توفیق پائی۔ مسلسل کئی سال بڑی باقاعدگی کے ساتھ نظارت کے تحت وقف عارضی کرتے رہے اور کئی بار سند خوشنودی حاصل کی۔ 3/ مارچ 2004ء کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی توفیق پائی۔ اپنے ترکہ پر خود حصہ جائیداد ادا کیا اور حصہ آمد بھی بڑی فکر کے ساتھ بروقت ادا کرتے رہے۔ ساری زندگی اپنی اصل آمد کے مطابق لازمی چندہ جات ادا کئے طوعی چندہ جات اور دیگر مالی تحریکات میں بھی بھرپور حصہ لیتے رہے۔

مؤرخہ 28/ جنوری کو ظہر وعصر کی نمازیں ادا کیں۔ کچھ دیر بعد انہیں سینے میں درد محسوس ہوا تو بھائی سے دبانے کے لئے کہا اور اسی جگہ پر ہی چند منٹ کے اندر ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔ مقامی طور پر خاکسار نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، جس میں دور و نزدیک کی جماعتوں کے افراد کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ جس کے بعد میت ربوہ لے جائی گئی اور دفاتر صدر انجمن کے احاطہ میں محترم سید طاہر محمود ماجد صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد امیر صاحب ضلع لودہراں نے دعا کروائی۔

مرحوم نے پانچ بیٹے، لئیق احمد مشتاق مبلغ سلسلہ سُرینام، قمر احمد مشتاق، محمد فخر احمد، ثمر احمد، خاکسار محمد ولید احمد مربی سلسلہ، دو بیٹیاں حافظہ منورہ مبارکہ اہلیہ مظفر احمد خالد مربی سلسلہ، عصمت سلطانہ اہلیہ آصف جاوید، چھ پوتے، چھ پوتیاں، چار نواسے اور چار نواسیاں یادگار چھوڑیں ہیں۔

قارئین الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، اعلیٰ علییّن میں اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

عبدالروف۔ جنرل سیکرٹری جماعت مہدی آباد، جرمنی

جلسہ جوبلی جماعت احمدیہ۔ مہدی آباد جرمنی

جلسہ جوبلی جماعت احمدیہ جرمنی کی کاروائی بیت السبوح فرینکفرت جرمنی سے مؤرخہ 21/ جنوری 2023ء کو براہِ راست نشر ہوئی جس میں جماعت احمدیہ مہدی آباد کے مرد و خواتین اور بچوں نے بڑے جذبے سے مسجد بیت البصیر مہدی آباد (جس کا افتتاح 2019ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے فرمایا تھا) میں تشریف لا کر شمولیت کی۔ کاروائی کے دوران بیٹھنے کے لئے کرسیوں کا اور سماعت کے لئے اردو اور جرمن دونوں زبانوں میں الگ الگ انتظام کیا گیا تھا۔

کل 170 حاضرین نے اجلاس کی ساری کارروائی کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھا اور سنا۔ اجلاس کے اختتام پر صدر جماعت مکرم سلیم احمد طور صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور مقامی اعلانات کئے۔ اس خوشی کے موقعہ کی مناسبت سے خوبصورت پیکنگ میں تقسیم کرنے کے لیے مٹھائی مکرم سلیم احمد طور صاحب مکرم طاہر احمد صاحب اور مکرم فہیم احمد کھوکھر صاحب کی طرف سے اور بچوں کے لئے چاکلیٹ مکرم محمد نواز صاحب کی فیملی کی طرف سے پیش کیے گئے جو پروگرام کے اختتام پر مسجد کے بیرونی دروازوں پر تقسیم کیے گئے۔

اسی طرح نمازوں کے بعد تمام حاضرین کے لئے ظہرانے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔

مکرم صدر صاحب اور مکرم محبوب احمد صاحب سیکرٹری ضیافت نے سامان کی خریداری کی۔ مکرم رضاء الدین احمد صاحب، مکرم فوزان احمد بھٹی صاحب، مکرم فہیم لون صاحب، مکرم شکر اللہ خاں صاحب، مکرم فہیم ندیم صاحب اور مکرم لطف اللہ خاں صاحب نے کھانا پکانے میں سیکرٹری صاحب ضیافت کی مدد کی۔ مکرم رضاء الدین احمد صاحب مکرم فوزان بھٹی صاحب نے وائنڈاپ میں مدد کی۔ حسبِ معمول سیکیورٹی کی ٹیم بھی اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے مستعد رہی۔ اللہ تعالیٰ تمام حاضرین اور ڈیوٹی دینے والے تمام احباب کو اپنے فضل و رحمت سے نوازے اور آئندہ بھی خدمت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org
ONLINE EDITION

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

ایک احمدی خادم کا اعزاز

مکرمہ صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا سے یہ اعلان بھجواتی ہیں:

مکرم راشد احمد آف سسکاٹون جماعت۔ کینیڈا کو ملکہ الزبتھ دوم پلاٹینم جوبلی میڈل سے نوازا گیا ہے۔ الحمد للہ! جماعت احمدیہ دنیا بھر میں بلا امتیاز رنگ و نسل خدمت انسانیت کے لیے جانی جاتی ہے اور یہی جماعت احمدیہ کا مقصود و مطلوب ہے۔ حال ہی میں اس کی ایک مثال سسکاٹون۔ کینیڈا کے ایک احمدی خادم کو ملنے والا ملکہ الزبتھ دوم پلاٹینم جوبلی میڈل کا اعزاز ہے۔ اس امر کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جماعت احمدیہ سسکاٹون کے ایک احمدی خادم مکرم راشد احمد کو مؤرخہ 19/ جنوری 2023ء کو ملکہ الزبتھ پلاٹینم جوبلی میڈل سے نوازا گیا۔ مکرم راشد احمد، مبارک احمد سامی صاحب کے بیٹے اور مکرم سردار مصباح الدین سابق امام مسجد فضل لندن کے پڑپوتے اور محمد سعد صاحب واقف زندگی کے نواسے ہیں۔ جنہوں نے بطور مبلغ اور معلم اصلاح و ارشاد برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں خدمات کی توفیق پائی۔ ملکہ الزبتھ دوم پلاٹینم جوبلی میڈل اور سرٹیفکیٹ 19/ جنوری 2023ء کو گورنمنٹ ہاؤس میں منعقد ہونے والی ایک تقریب میں ساسکیچیوان (Saskatchewan) کے لیفٹیننٹ گورنر جنرل عزت مآب رس میراستی صاحب (The Honourable Russ Mirasty) اور محمد فیاض صاحب ایم این اے، Regina-Pasqua نے مکرم راشد احمد کی خدمات کو سراہتے ہوئے پیش کیا۔ انہیں یہ اعزاز کینیڈا کے صوبے ساسکیچیوان میں ان کی شاندار خدمات کے اعتراف میں دیا گیا ہے۔ مکرم راشد احمد ساسکیچیوان یونیورسٹی کے سابق طالب علم ہیں اور خدمت انسانیت کے کاموں میں پیش پیش ہیں، نیز سسکاٹون کے نوجوانوں کی تعمیر و ترقی اور علاقہ میں کھیلوں کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔

مکرم راشد احمد نے علاقہ کی مقامی اور مسلم کمیونٹیز کے درمیان باہمی تعلقات استوار کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

مکرم راشد احمد سسکاٹون کمیونٹی کے ایک فعال رکن ہیں اور انہیں سسکاٹون کی the Diversity,and Inclusion Committee کا وائس چیئرمین منتخب کیا گیا ہے۔ مکرم راشد احمد مختلف رضا کارانہ کام کرنے والی فلاحی تنظیموں کے رکن بھی ہیں۔ جن میں ہیومینٹی فرسٹ، یونائیٹڈ وے سسکاٹون اور کرکٹ سسکاٹون شامل ہیں۔ مکرم راشد احمد نے 2017ء میں یونیورسٹی آف ساسکیچیوان سے The Vera Pezer Award for Student Enhancement and Volunteerism بھی اپنے نام کیا تھا۔ وہ جماعت احمدیہ کے بہت فعال رکن بھی ہیں اور اس وقت سسکاٹون ساؤتھ ویسٹ جماعت میں سیکرٹری تبلیغ اور ساسکیچیوان کے مقامی لوگوں کے ساتھ رابطہ کے لیے کوآرڈینیٹر کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ملکہ الزبتھ دوم پلاٹینم جوبلی میڈل ملکہ الزبتھ دوم کے تخت پر فائز ہونے کی 70 ویں سالگرہ کا جشن منانے کے لیے بنایا گیا تھا۔ جس کا آغاز 6/ فروری 2022ء کو ہوا تھا۔ ملکہ نے اپنی وفات سے پہلے خود اس تمغے اور ربن کے ڈیزائن کو منظور کیا تھا۔ یہ تمغہ سسکیچیوان صوبے کی طرف سے کینیڈا کے لیے عزت مآب ملکہ الزبتھ دوم کی خدمات کے اعتراف میں عزت مآب ملکہ الزبتھ دوم کو اعزاز دینے کا ایک انفرادی طریقہ ہے۔ اس اعزاز کا حقدار کوئی بھی ہوسکتا ہے۔ سکیچیوان کے ہر عمر کے شہری اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے تمام شہری جنہوں نے کینیڈا، ساسکیچیوان یا کسی خاص کمیونٹی کی بہبود کے لیے اہم کردار ادا کیا ہو۔

ایک سبق آموز بات

اپنے قیمتی اوقات کو ضائع ہونے سے بچائیں

ہم میں سے ہر ایک کو روزانہ ہی انتظار سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بس سٹاپ پر بس کا انتظار، ریلوے اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار، خاتون خانہ کو گوشت گلنے اور بگھار تیار کرنے کا انتظار۔ وجہ یہ ہے کہ اکثر یہی سننے میں آتا ہے کہ آج تو انتظار میں ہی وقت ضائع ہو گیا۔ اگر فرصت کے ان لمحات کو خاموشی سے ذکر الٰہی میں لگایا جاسکے تو یہ اوقات بہت قیمتی ہو سکتے ہیں۔

مرسلہ: عبدالباسط شاہد۔ یو کے

طلوع وغروب آفتاب

13/ فروری 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:35	18:17
مدینہ منورہ	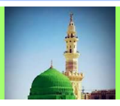	05:38	18:15
قادیان		05:51	18:13
ربوہ		05:31	17:53
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:51	17:14

فقہی کارنر

اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں دینا

ایک شخص نے (حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں) عرض کیا کہ اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں کیوں دیتے ہیں؟

فرمایا:

اس میں حکمت یہ ہے کہ کان میں انگلی دینے سے آواز کو قوت ہو جاتی ہے۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان بغیر کانوں میں انگلی دیے دیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت بلالؓ کی آواز میں آپ نے ضعف پایا تو فرمایا بلال کانوں میں انگلی دے کر اذان کہو۔ سو بلال نے ایسا کیا تو آواز میں قوت پیدا ہوگئی اور ضعف جاتا رہا۔ پھر یہ فعل حسبِ فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت ٹھہر گیا۔ پھر فرمایا کہ اکثر گویّوں اور کلامتوں کو دیکھا گیا ہوگا کہ وہ گانے کے وقت جو اونچی اور بلند آواز اُٹھاتے ہیں تو کان پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں تا کہ آواز کی کمزوری جاتی رہے اور قوت پیدا ہو جائے۔

(تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 70)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)